بانی پاکستان

پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ

شب تاریک کے پردوں سے سحر ہو جائے
میرے مولیٰ میرے گلشن پہ نظر ہو جائے

اے میرے دیس تیری مانگ ستاروں سے سجے
تیرا ہر ذرہ حسین لعل و گہر ہو جائے

پاکستان کے چند یادگاری ٹکٹ

پاکستان کی پہلی ریگولر ٹکٹیں 1947ء

پہلا یوم آزادیٔ پاکستان کے موقع پر جاری ہونے والی ٹکٹیں 9 جولائی 1948ء
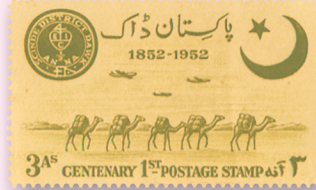
قائداعظم کی پہلی برسی 11 ستمبر 1949ء

پہلا سینڈ ہاک ایشو 14؍اگست 1952ء

پاکستان کے پہلے تکونے ٹکٹ 2؍اکتوبر 1961ء

پہلا آر سی ڈی پر جاری ٹکٹ 21 جولائی 1965ء
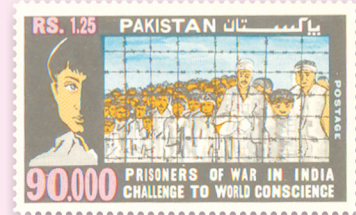
پاکستان کا پہلا اٹامک پلانٹ اسلام آباد 30؍اپریل 1966ء

پاکستان اولمپک ہاکی چیمپئن 30 جنوری 1969ء

90 ہزار قیدیوں کی رہائی پر جاری ٹکٹ 18؍اگست 1973ء

ایرانی شہنشاہیت کی 2500 ویں سالگرہ 15؍اکتوبر 1971ء

دنیا کے نظاروں میں حسیں تیرا نظارہ   تو پاک وطن پاک وطن پاک ہمارا

مکرم طاہر محمود احمد صاحب

تعمیر پاکستان میں جماعت احمدیہ کا کردار

بے لوث خدمات پر حضرت مصلح موعود اور سر ظفر اللہ خان صاحب کو خراج تحسین

سیاست میں جماعت احمدیہ کا اصولی موقف

جماعتِ احمدیہ ایک مذہبی جماعت ہے۔ یہ سیاست میں صرف اس حد تک حصہ لینے کی قائل ہے جس حد تک کہ ضروریاتِ دین کے لئے اس میں دلچسپی لینا ضروری ہو۔ جماعت کی سیاست، عدل کا دامن ہاتھ میں تھامے، جھوٹ اور غلط بیانی کے عناصر سے کلیۃً پاک ہے۔ جماعت کی سیاست ملک میں امن پسندی، قانون کے احترام اور فتنہ فساد کی راہوں سے بچنے کے اصولوں سے عبارت ہے۔ اس لئے موجودہ دَور کی دنیوی اصطلاح میں جسے ''سیاست بازی'' کہا جاتا ہے اس کا جماعت کی سیاست سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

جماعت کی سیاسی ترجیحات میں، قرآن وسنت کو اوّلیت حاصل ہے۔ اس کے بعد شعائر اللہ کی عظمت اور حفاظت کا احساس پھر اہل دین حق کا مفاد اور ازاں بعد جماعت کی سیاست میں حب الوطنی کا درجہ آتا ہے۔ جماعت کی سیاست میں دعاؤں کو بھی سیاسی تدابیر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

جماعت کی سیاست میں مومنوں کے جائز حقوق کیلئے ان کے شانہ بشانہ کام کرنے کا جذبہ اور انہیں اتحادِ عمل کی دعوت دینے کا عنصر ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔

(خلاصہ مندرجات کتاب سوانح فضل عمر جلد دوم)

جماعت احمدیہ کی سیاسی پالیسی کی وضاحت

حضرت مصلح موعود 1931ء میں گورنر جنرل لارڈ ارون کو جماعت احمدیہ کی سیاسی پالیسی سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یور ایکسیلنسی! سلسلہ احمدیہ کی سیاسیات کے متعلق یہ تعلیم ہے کہ حکومت اور رعایا کے تعلقات کی بنیاد قانون کے احترام اور پُر امن جدوجہد پر ہونی چاہئے اور فساد سے دونوں کو پرہیز کرنا چاہئے اور حکومت اور رعایا دونوں کا فرض ہے کہ قانون کی' جب تک وہ بدلے نہیں پیروی کریں اور اگر غلط قانون ہے تو جائز ذرائع سے اسے تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس تعلیم کے ماتحت ہماری جماعت جس جس حکومت کے ماتحت بستی ہے ہمیشہ فتنہ کی راہوں سے الگ رہتی ہے اور چونکہ اکثر حصہ جماعت احمدیہ کا، انگریزی حکومت کے ماتحت ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ جماعت انگریزوں کی جاسوس ہے۔ لیکن آپ سے بہتر اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ امر غلط ہے۔ ہم نے ہمیشہ دلیری سے ہندوستانیوں کے حقوق کا مطالبہ کیا ہے۔'' (تحفہ لارڈ ارون صفحہ 7)

جنگ عظیم کے بعد ہندوستان میں سیاسی بیداری

جنگِ عظیم کے بعد ہندوستان میں برطانوی حکومت کے خلاف ہر طرف سخت ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ اس دَور کی نمایاں تحریکیں تحریکِ خلافت' ترکِ موالات اور تحریکِ ہجرت تھیں۔ ملک میں سیاسی بیداری پوری طرح پھیل چکی تھی۔

ادھر امام جماعت احمدیہ 1926ء سے قبل بھی گورنمنٹ سے مسلم حقوق مثلاً جداگانہ انتخاب پنجاب اور بنگال میں مسلم اکثریت کے لئے مناسب نشستیں مسلم ملازمتوں کے لئے مخصوص کوٹہ وغیرہ متعدد مسائل کے لئے فکر مندی سے تگ ودَو میں مصروف تھے۔ ایسے تمام مسائل جو ملک کو تدریجاً آزادی کی طرف لے جانے والے تھے' ان پر آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ نے ان کے حل کے لئے بھرپور کاوشیں کیں۔ کبھی آپ جماعت کے وفد' وائسرائے کے پاس بھیجتے۔ کبھی خود تشریف لے جاتے۔ کبھی رسائل وکتب شائع کرتے تا کہ مسلم مفاد کو کسی رنگ میں ٹھیس نہ پہنچے۔

وزیر ہند مانٹیگو کی ہندوستان میں آمد

20/اگست 1971ء کو مسٹر مانٹیگو وزیر ہند نے برٹش پارلیمنٹ میں ہندوستان سے متعلق حکومت انگلستان کی پالیسی کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ملک معظم کی حکومت کا مقصد ہندوستان کو نوآبادیات کے پورے درجے تک پہنچانا ہے۔ وزیر ہند کی ہندوستان آمد پر جہاں دیگر انجمنوں نے ایڈریس پیش کئے وہاں جماعتِ احمدیہ کی طرف سے بھی ایک وفد پیش ہوا۔ امام جماعتِ احمدیہ بھی بنفس نفیس دلّی تشریف لے گئے اور مسلم مطالبات کی وضاحت کی۔ اس موقعہ پر حضور نے دیگر امور کے علاوہ اس امر پر خاص زور دیا کہ ہندوستان کے وہ صوبے جن میں ہندو اکثریت ہے وہاں عموماً مسلمانوں کی تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ ان کو چند زائد نشستیں دے دینے کے نتیجہ میں صوبے کے سیاسی توازن پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اس کے برعکس مسلمانوں کی جن پانچ صوبوں میں اکثریت ہے۔ ان میں سے دو اہم ترین اور سب سے زیادہ آبادی والے صوبوں یعنی بنگال اور پنجاب میں مسلم اور غیر مسلم آبادی کا تناسب ایسا ہے کہ اگر ہندوؤں کو اقلیت کے اصول پر تعداد سے زیادہ نمائندگی دی جائے تو وہ اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سیاسی اصول ہندوستان سے مسلمانوں کی سیاسی زندگی کی صف لپیٹنے پر منتج ہوسکتا ہے۔

کتابچہ ہندو مسلم پرابلمز

15/فروری 27ء کو امام جماعت احمدیہ نے ''ہندو مسلم پرابلم اور اس کا حل'' کے عنوان سے انگریزی زبان میں 40 صفحات کا کتابچہ کلکتہ سے شائع کرا کے وائسرائے ہند کی خدمت میں ارسال کیا۔ اس میں ہندو مسلم کشیدگی کو دور کرنے کے سلسلہ میں' پنجاب اور بنگال کی کونسلوں میں مسلم اکثریت بحال کرنے کے ساتھ ساتھ ''جداگانہ انتخاب'' بحال رکھنے پر زور دیا گیا تھا۔

امام جماعت احمدیہ لکھتے ہیں:۔

''میں شروع سے ہی یہ کہتا چلا آ رہا ہوں کہ اصولی طور پر ہر فرقہ کی نمائندگی اس کی تعداد کی نسبت سے ہونی چاہئے لیکن اگر کسی فرقہ کو اس کی اہمیت کے پیش نظر زیادہ نمائندگی دی جائے یا اس خیال سے کہ اگر اس فرقہ کو اس کی تعداد کی نسبت سے نمائندگی دی گئی تو وہ اس کے مختلف مفادات کا تحفظ نہ کر سکے گی۔ تو ایسی صورت میں اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ کوئی دوسرا اکثریتی فرقہ اقلیت میں تبدیل نہ ہو جائے۔...... میں شروع سے اس کے خلاف بولتا اور لکھتا چلا آ رہا ہوں۔ لیکن افسوس کہ میرے انتباہ کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ اگرچہ اب آ کر بہت سے مسلم زعماء نے اس کے ضرر رساں نتائج کا احساس کر کے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہے۔''

(کتابچہ ہندو مسلم پرابلمز صفحہ 16)

'' موجودہ حالات میں جداگانہ انتخاب'' کے قانون کو تبدیل کر دینا' کسی صورت میں بھی ملک میں امن وآشتی کے فروغ کا موجب نہیں ہوسکتا۔ اس وقت جو صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہر محکمہ سے باہر رکھا جاتا ہے۔ تعداد کے لحاظ سے جتنی اسامیوں کا حق ہے ان کو اس کا نصف بھی نہیں مل رہا۔ ان کی تجارت اور انڈسٹری بھی بُری طرح متاثر ہوئی ہے۔''

(کتابچہ ہندو مسلم پرابلمز صفحہ 14)

تجاویز دہلی

''مسلم لیگ کے بعض قائدین نے ایک اجلاس 20/مارچ 1927ء کو دہلی میں طلب کیا۔ ان قائدین نے سوچ وبچار کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز منظور کیں جنہیں تجاویز دہلی کا نام دیا گیا۔

1۔ سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے ایک علیحدہ صوبہ بنادیا جائے۔

2۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں نئی دستوری اصلاحات نافذ کی جائیں۔

3۔ پنجاب اور بنگال کی کونسلوں میں مسلم اکثریت بحال کی جائے۔

4۔ مرکزی اسمبلی میں مسلم نمائندوں کی تعداد جملہ نمائندوں کے تناسب سے 1/3 ہو۔

اگر مندرجہ بالا تجاویز قبول ہوں تو مسلمان مخلوط انتخاب قبول کر لیں گے اور جداگانہ حق نیابت سے دستبردار ہو جائیں گے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ ان تجاویز کے حق میں تھے۔ مگر جداگانہ حقِ نیابت سے دستبرداری کے سخت خلاف۔ آپ اسے مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے تھے نیز مسلم حقوق کی حفاظت کے لئے حضور کے نزدیک ''تجاویز دہلی'' تشنہ تھیں اور ضروری تھا کہ اس میں بعض دیگر مطالبات بھی شامل کئے جائیں۔

سائمن کمیشن

''8/نومبر 1927ء کو حکومت برطانیہ نے سائمن کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا۔ اس کمیشن کے تمام ارکان انگریز تھے اور اس کا کام حالات کے پس منظر میں شہادتیں لینا اور مختلف تجاویز اکٹھی کرنے کے بعد ہندوستان کے لئے آئندہ دستوری اصلاحات کے بارے میں سفارشات پیش کرنا تھا۔ چونکہ اس میں کسی ہندوستانی کو شامل نہ کیا گیا تھا' اس لئے برصغیر کے سیاسی لیڈروں میں سے اکثریت' کمیشن کی تشکیل پر معترض تھی۔ (''زندہ رود'' صفحہ 316)

حضرت امام جماعت احمدیہ نے سائمن کمیشن کی آمد کے موقع پر ایک رسالہ ''**مسلمانانِ ہند کے امتحان کا وقت**'' کے عنوان سے شائع کیا۔ آپ نے اس میں مشورہ دیا کہ کمیشن سے مقاطعہ کا اثر زیادہ تر مسلمانوں پر پڑے گا۔ ہندوؤں کے لیڈر مسلسل 8 سال سے گرمیوں میں انگلستان جا کر اعلیٰ عہدوں پر فائز انگریزوں سے مل کر انہیں اپنا ہم خیال بنا چکے ہیں۔ اسی طرح پارلیمنٹ کے ممبروں کو ہندوستان لا کر اپنے گھر مہمان ٹھہراتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے پاس نہ دولت ہے نہ ان کے اندر قربانی کا مادہ۔ **چوہدری ظفر اللہ خاں** صاحب اور ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب بیرسٹر ممبر یو پی کونسل اس غرض سے ولایت گئے تھے اور اعلیٰ قیادت سے مل کر اصل صورتِ حال سے آگاہ کیا جس پر انہوں نے کہا کہ ہمیں تو آج معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی جداگانہ حفاظت کی ضرورت ہے ورنہ ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ ہندو لیڈر جو باتیں کہتے رہے ہیں مسلمان ان سے متفق ہیں۔ ورنہ مسلمان کیوں نہ آ کر ہم سے اپنے حقوق کے متعلق بحث کرتے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے صرف کمیشن سے

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 10 روپے

مقاطعہ کے مضرت رساں ہونے کی طرف ہی توجہ نہیں دلائی بلکہ مسلمانوں پر یہ زور بھی دیا کہ تجاویز دہلی کی شق جس میں جداگانہ انتخاب کو مسترد کرنا قبول کیا گیا ہے مسلم مفاد کے نقطہ نظر سے سخت نقصان دہ ہے۔ پھر آپ نے ان تجاویز یا مطالبات کا خاکہ بھی پیش کیا جو سائمن کمیشن کے روبرو پیش کئے جانے چاہئیں۔ شفیع لیگ والے بھی اکثر وبیشتر ان نظریات کے حامی ہو چکے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ سیاسی آزادی کی جدوجہد میں یہ مطالبات نہایت ضروری ہیں۔

آل پارٹیز مسلم کانفرنس

1928ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے نہرو رپورٹ کے ردّ میں ایک آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے قیام کی ضرورت پر زور دیا اور فرمایا:

''ایک آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہونی چاہئے۔ مجھے اس بات کو معلوم کرکے خوشی ہوئی ہے کہ ایسی کانفرنس کی بنیاد لیجسلٹو اسمبلی کے مسلمان نمائندوں نے رکھ دی ہے اور دسمبر میں اس کے انعقاد کی تجویز ہو رہی ہے۔ میں اس کانفرنس کے داعیان کو اس امر کی طرف توجہ دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ اس (کانفرنس) کی دعوت کو جس قدر وسیع کریں، وہ مفید ہوگا اور ان کی کامیابی کا انحصار ان کی دعوت کی وسعت پر ہوگا'' (نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے حقوق ص114)

جناب عبدالمجید سالک جو اس کانفرنس (31دسمبر 28ء تا 2جنوری 1929ء) میں موجود تھے فرماتے ہیں۔

''مسلمانوں کی جس قدر زیادہ نمائندگی اس کانفرنس میں مہیا ہوئی اتنی اور کسی اجتماع میں دکھائی نہیں دیتی۔ یہاں تک کہ اس کانفرنس میں بیس قادیانی ممبر بھی شامل کر لئے گئے تھے تاکہ اس جماعت کو بھی نقصان نیابت کی شکایت نہ ہو'' (سرگزشت ص257)

مولانا محمد علی جوہر کا خراج تحسین

''ناشکرگزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کیلئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک طرف مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ (دین) کے اس منظم فرقہ کا طرزِ عمل سوادِ اعظم (دین) کیلئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ (دین) کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا''۔

(پرچہ ہمدرد دہلی 24ستمبر 1927ء)

نہرو رپورٹ کا ردّ

حضرت امام جماعت احمدیہ نے 1928ء میں ''نہرو رپورٹ'' کے ردّ میں ایک کتاب ''نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح'' شائع کی۔ اس میں آپ نے یورپین ممالک کے دساتیر کو سامنے رکھ کر مسلم مطالبات کے حق میں بڑے ہی وزنی اور واقعاتی دلائل پیش کئے ہیں۔ اس کتاب نے نہرو رپورٹ کے پیش کردہ دلائل کا دندان شکن جواب دیا۔

مولانا غلام رسول مہر نہرو رپورٹ کی مخالفت کے مرحلہ کو قیام پاکستان کی مہم میں بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''پاکستان کے قریبی محرکات وعوامل کا جائزہ لیں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس کا آغاز ''نہرو رپورٹ'' کی مخالفت سے ہوا۔

(ہفتہ وار ''اقدام'' 13جون 1953ء)

قائداعظم کے چودہ نکات

''محمد علی جناح نے جناح لیگ میں موجود نیشنلسٹ مسلمانوں کے گروہ سے بیزار ہوکر ''آل انڈیا مسلم کانفرنس'' کی قرارداد کے 10 مطالبات میں کچھ ترمیم (یعنی مرکز اور صوبہ کی ہر وزارت میں ایک تہائی حصہ مسلمان ضروری ہوں) اور 4 مطالبات کا اضافہ کر کے اپنا فارمولا جو چودہ نکات کے نام سے مشہور ہوا اخباروں میں شائع کر دیا''

(''زندہ رود'' صفحہ 329)

مسلم مطالبات اور جماعت احمدیہ

مسلم سیاست کے تین اہم مراحل ''آل انڈیا مسلم کانفرنس'' ''قائداعظم کے چودہ نکات'' اور ''خطبہ الہ آباد'' ہیں۔ ان مراحل میں جماعت احمدیہ کے اولوالعزم اور صاحب بصیرت امام نے محاذِ حریت پر دینی روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت درجہ پختہ کاری، میانہ روی، لامحدود وسعت قلب ونظر اور حیرت انگیز سخت کوشی سے اپنا کردار بھرپور طور پر ادا کیا۔

سیاسی بیداری کے دَور کے اہم ترین مسلم مطالبات

حضرت امام جماعت احمدیہ کے مضامین مطبوعہ اخبار الفضل اکتوبر اور انہی مضامین پر مشتمل کتاب (مطبوعہ نومبر 1928ء۔ 118 صفحات) میں بیان شدہ مطالبات اور منعقد ہونے والے تینوں تاریخی اجتماعات (آل انڈیا مسلم کانفرنس یکم جنوری 1929ء۔ قائداعظم کے چودہ نکات مارچ 1929ء۔ خطبہ الہ آباد دسمبر 1930ء) میں پیش کئے گئے نکات یا مطالبات درج ذیل ہیں۔

1۔فیڈرل حکومت کا مطالبہ
2۔سندھ۔سرحد اور بلوچستان کیلئے حقوق کا مطالبہ
3۔مسلمانوں کے لئے ایک تہائی نشستیں
4۔جداگانہ انتخابات کا مطالبہ
5۔قانون کی منظوری کیلئے 3/4 ارکان کی منظوری
6۔کامل مذہبی آزادی
7۔سرکاری ملازمتیں
8۔مذہب، تمدن، تعلیم اور زبان کی حفاظت

گول میز کانفرنسیں
قوموں کی تقدیروں کا فیصلہ

گول میز کانفرنس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بقول علامہ اقبال اس کانفرنس کے مباحث کے ذریعہ ''ہندوستان کی مختلف قوموں کی تقدیروں کا فیصلہ ہو رہا تھا''۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں مرحوم نے تینوں گول میز کانفرنسوں (1930ء- 1931ء-1932ء) میں شرکت کی۔

خواجہ حسن نظامی کے تاثرات

خواجہ حسن نظامی نے لکھا:۔

''سر ظفر اللہ خاں، سیاسی عقل ہندوستان کے ہر مسلمان سے زیادہ رکھتے ہیں اور ہندو لیڈر بھی بادلِ ناخواستہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ شخص ہمارا حریف تو ہے مگر بڑا ہی دانشمند حریف ہے۔ گول میز کانفرنس میں ہر ہندو اور مسلمان اور ہر انگریز نے چوہدری صاحب کی لیاقت کو مانا اور کہا کہ (۔) میں اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو فضول اور بیکار بات زبان سے نہیں نکالتا اور نئے زمانے کے پالیٹکس پیچیدہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو وہ چوہدری ظفر اللہ ہے......ظفر اللہ ہر انسانی عیب سے پاک اور بےلوث ہے''

(منادی۔24/اکتوبر 1934ء)

''ادبی دنیا'' کی رائے

''گول میز کانفرنس کے پنجابی نمائندوں میں چوہدری ظفر اللہ خاں بار ایٹ لاء نے متعدد سب کمیٹیوں میں جس قابلیت تندہی اور رواداری سے کام کیا ہے ان کا اعتراف نہ کرنا ظلم ہوگا۔ ان کی متین فصیح اور قابلانہ تقریروں سے متاثر ہوکر مسٹر شاستری اور مسٹر چنتامنی ایڈیٹر اخبار ''لیڈر'' الہ آباد نے بھی بغیر سابقہ تعارف کے نہایت بلند الفاظ میں انہیں خراج تحسین ادا کیا ہے......مشترکہ سب کمیٹی کے صدر لارڈ زٹلینڈ تھے دوسرے ہی اجلاس میں ایک قانونی نکتہ میں الجھن پڑ گئی...... چنانچہ سر محمد شفیع۔ سر سلطان احمد۔ سر سیتلواد اور مسٹر ہیگ نے مسئلہ کی وضاحت کی کوشش کی مگر پھر بھی لارڈ زٹلینڈ کے نزدیک یہ مسئلہ تشنۂ تشریح ہی رہا۔ اس پر...... چودھری صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں مسئلہ کی وضاحت کر دی۔ چودھری صاحب کے طریقِ استدلال اور شفتہ ورفتہ تقریر کی ہر شخص نے داد دی اور راجہ نریندر ناتھ بے ساختہ کہہ اٹھے تم نے کمال کر دیا ہے۔ شام کو مسٹر شاستری نے اپنے جذبۂ اخلاص کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''میں نے جس قدر کام ان سب کمیٹیوں میں دیکھا ہے اس سے میں نے یہ قطعی نتیجہ نکالا ہے کہ آپ نہایت ذکی اور ذہین ہیں'' چوہدری صاحب کی بےلوث خدمات کامیاب مستقبل کا پتہ دیتی ہیں۔ ہم چوہدری صاحب ممدوح کو ان کی خدمات کی مقبولیت پر مبارکباد دیتے ہیں۔

(''ادبی دنیا'' فروری 1931ء اداریہ از علامہ تاجور نجیب آبادی۔ ڈائریکٹر آنریبل جسٹس سر عبدالقادر)

سیاست میں قائداعظم کی دوبارہ واپسی

ایک ایسا موقع بھی آیا کہ ہندوستانی سیاست سے مایوس ہو کر قائداعظم لندن منتقل ہو گئے اور وہاں پر اپنی قانونی پریکٹس شروع کر دی۔ انہوں خود فرمایا۔

''مجھے اب ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کر سکتا ہوں نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں۔ آخر میں نے لندن ہی میں بود و باش کا فیصلہ کر لیا''

(''قائداعظم اور ان کا عہد'' صفحہ 192)

اس سے درد ملت رکھنے والوں کو سخت دھچکا لگا۔ چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ جو لوگوں کی فلاح و بہبود کے جذبہ سے سرشار دل تڑپ اُٹھا اور آپ نے جماعت کی ایک قابل شخصیت اور امام بیت الفضل لندن مولانا عبد الرحیم صاحب درد ایم۔اے کے ذریعے قائداعظم پر زور ڈالا کہ وہ دوبارہ ہندوستانی سیاست میں آئیں۔ قائداعظم کو قائل کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ مولانا دردؔ صاحب کے مسلسل اور پُرخلوص اصرار کے نتیجہ میں بالآخر قائداعظم ہندوستان واپس آنے اور مسلمانوں کی خدمت پر کمربستہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے اور بے ساختہ پکار اٹھے۔

''امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب وتلقین نے میرے لئے کوئی جائے فرار باقی نہیں چھوڑی''

اس کوشش میں پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کا بھی حصہ تھا۔ چنانچہ تحریک پاکستان کے ممتاز مورخ اور صحافی جناب محمد شفیع (م۔ش) اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

''یہ مسٹر لیاقت علی خان اور مولانا عبدالرحیم دردؔ امام لندن ہی تھے جنہوں نے مسٹر محمد علی جناح کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آ کر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے نتیجہ میں مسٹر جناح 1934ء میں ہندوستان واپس آ گئے اور مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔ (پاکستان ٹائمز 11ستمبر 1981ء)

آزادئ ہند کیلئے جماعت احمدیہ کا ولولہ انگیز موقف

1945ء کا سال شروع ہوا تو حضرت امام جماعت احمدیہ نے قادیان کی بیت اقصیٰ سے اصلح خیر کی آواز بلند کرتے ہوئے ایک طرف انگلستان کو نصیحت کی کہ وہ ہندوستان کو آزادی دے اور اس کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھائے اور دوسری طرف ہندوستان

کو دعوت دی کہ وہ انگلستان کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھائے۔آپ نے فرمایا کہ ہراحمدی کا فرض ہے کہ میری اس آواز کو ہر ملک ہر شہر ہر گاؤں ہر گھر بلکہ ہر کمرہ اور ہر آدمی تک پہنچائے تا یہ دنیا کے کونہ کونہ تک پہنچ جائے۔ ہراحمدی جو صلح کا شہزادہ بننے کی کوشش نہیں کرتا وہ بانی سلسلہ کا سچا خادم نہیں اور آپ کی روحانی اولاد نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی ایسے سامان پیدا فرمائے کہ چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کواس آواز کے پہلے حصے کو اس جرأت اور بیبا کی کے ساتھ انگلستان میں بلند کرنے کی سعادت نصیب فرمائی کہ ہندوستان کا کوئی بڑے سے بڑا آزادی کا دلدادہ سیاستدان بھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

دولت مشترکہ کے اجلاس میں چوہدری سر محمد ظفراللہ خاں صاحب کا خطاب

چوہدری سر محمد ظفراللہ خاں صاحب کو تقسیم ہند سے قبل اور مابعد بھی متعدد بار ملکی خدمات کے مواقع ملے۔ آپ نے ہر موقع پر نہایت درجہ اخلاص، قابلیت اور جرأت مندی کے ساتھ ملکی خدمت کا حق ادا کیا۔آپ کبھی غیر ملکی حکمرانوں یا بیرونی طاقتوں سے مرعوب نہ ہوئے۔آپ کی حق گوئی کا غلغلہ تاریخ کے صفحات پر نقش ہے۔

1945ء میں چیتھم ہاؤس لندن میں رائل انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز کی سرپرستی میں دولت مشترکہ کے نمائندگان کی ایک کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ ہندوستان انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے بھی ایک وفد نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ اس وفد کے سربراہ چوہدری محمد ظفراللہ خاں تھے۔ یہ وفد غیر سرکاری نہیں تھا بلکہ گورنمنٹ ہند کا مقرر کردہ تھا۔

دولت مشترکہ کانفرنس میں چوہدری صاحب کی تقریر کا خلاصہ ”ٹرانسفر آف پاور“ نامی جلدوں میں لندن سے شائع ہو چکا ہے۔اس میں سے ایک حصہ درج ذیل ہے۔

”اے دولت مشترکہ کے سیاستدانو! کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ ہندوستان کا 25 لاکھ جوان، میدانِ جنگ میں برطانیہ اور اتحادیوں کی آزادی اور سلامت کی حفاظت اور دفاع کے سلسلے میں دادِ شجاعت دے رہا ہو اور خود ہندوستان ابھی تک اپنی آزادی کے لئے ملتجی ہو۔

تم کیا سوچ رہے ہو؟ آخر کب تک ہندوستان تمہاری طرف نظریں اُٹھائے آزادی کے حصول کا منتظر رہے گا۔ ہندوستان پیش قدمی کر چکا ہے۔تم اس کی مدد کرو یا اس کے راستے میں مزاحم ہو۔ اب کوئی اس کا راستہ نہیں روک سکے گا۔ ہندوستان اب آزادی سے ہمکنار ہو کر رہے گا۔ وہ دولتِ مشترکہ کے اندر رہے گا اگر تم اسے اس کا جائز مقام و مرتبہ دلوانے میں اس کی مدد کرو اور وہ دولتِ مشترکہ کے حلقہ سے باہر نکل جائے گا اگر تم اس کے لئے کوئی چارہ کار باقی نہ رہنے دو گے۔“

(ٹرانسفر آف پاور۔ص 643۔17 فروری 1945ء)

مرکزی وصوبائی انتخابات (1945-46ء) اور جماعت احمدیہ

لارڈ ویول وائسرائے ہند نے 19 ستمبر 1945ء کو برصغیر میں نئے انتخابات کا اعلان کر دیا۔ یہ انتخابات ”پاکستان یا اکھنڈ بھارت“ کی بنیاد پر لڑے گئے۔اگر ان انتخابات میں مسلم لیگ کی تائید نہ کی جاتی تو آنے والے چالیس پچاس سال تک مسلمانوں کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ ہندوستان میں کانگرس راج قائم ہو جاتا۔ ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا جداگانہ قوم کا تخیل پاش پاش ہو جاتا اور علیحدہ اسلامی مملکت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔

ممتاز مورخ اور ادیب جناب رئیس احمد جعفری اپنی گراں قدر کتاب ”قائداعظم اور ان کا عہد“ میں لکھتے ہیں۔

”قادیانی گروہ کے امام جماعت، مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے 21 اکتوبر 1945ء کو ایک طویل بیان دیا۔ جس میں اپنی جماعت کے اصحاب کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:۔

”آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے تا کہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوف تردید، کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔اگر ہم اور دوسری جماعتیں ایسا نہ کریں گے تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہو گی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس پچاس سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی عقلمند آدمی اس حالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لینے کو تیار ہو۔ پس میں اس اعلان کے ذریعہ تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں۔“

(قائداعظم اور ان کا عہد صفحہ 421)

عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت اور جماعت احمدیہ

”ہندو مسلم مفاہمت کیلئے 1946ء کے موسم بہار میں ایک وزارتی مشن ولایت سے ہندوستان آیا۔ وزارتی مشن نے وائسرائے ہند کے مشورہ سے 16 جون 1946ء کو ملک میں ایک عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کیا۔اس اعلان میں کہا گیا تھا کہ جو سیاسی جماعت، عارضی حکومت میں شامل نہ ہو گی۔اس سے صرفِ نظر کر کے دوسرے جماعت کے اشتراک سے عارضی حکومت بنا دی جائے گی۔مسلم لیگ نے ایک قرارداد کے ذریعہ اس حکومت میں شرکت پر آمادگی ظاہر کر دی۔مگر کانگریس نے یہ دعوت ردّ کر دی۔اس موقع پر چاہئے تو یہ تھا کہ وعدہ کے مطابق عنانِ حکومت مسلم لیگ کے سپرد کر دی جائے مگر انگریزوں نے حکومت بنانے کی دعوت واپس لے لی۔ اس پر مسلم لیگ کونسل کو بطور احتجاج اپنی رضامندی منسوخ کرنا پڑی۔ وائسرائے ہند جو غالباً اسی موقع کی تاک میں تھے، کانگریس سے گٹھ جوڑ کر کے پنڈت نہرو صدر آل انڈیا کانگریس کو عبوری حکومت کی تشکیل کی دعوت دی۔ انہوں نے 2 ستمبر 1946ء کو عبوری حکومت کا چارج سنبھال لیا۔اب حکومت کے نظم ونسق کی ساری مشینری کانگریس کے قبضہ میں چلے جانے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔اس بات کا بھی قوی امکان تھا کہ جن مسلمانوں پر قوم کو اعتماد اور بھروسہ نہیں، کانگریس انہیں شامل کر کے ان پر مسلم نمائندگی کا لیبل چسپاں کر دے۔اس طرح مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ بظاہر شکست میں بدل گئی۔مسلم لیگ کا وقار معرضِ خطر میں پڑ گیا۔تحریکِ پاکستان کا خاتمہ اور مسلم سیاست کی بربادی کا منظر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔

اس نازک موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام جماعت احمدیہ کو خبر دی گئی کہ اس مشکل کا حل آپ کے ساتھ وابستہ ہے۔ چنانچہ آپ بعض خدام سمیت 22 ستمبر 1946ء کو دہلی کے لئے روانہ ہوئے اور 14 اکتوبر 1946ء تک وہاں تشریف فرما رہے اور قائداعظم محمد علی جناح، نواب صاحب بھوپال، خواجہ ناظم الدین، سردار عبدالرب نشتر، نواب سر احمد سعید خاں چھتاری کے علاوہ مسٹر گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو سے تبادلہ خیال کیا۔حضور کی دعاؤں اور ان مادی تدابیر نے بالآخر کامیابی کی راہ کھول دی۔ وائسرائے ہند نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مسلم لیگ ہائی کمان نے نہایت درجہ فہم وفراست کا ثبوت دیتے ہوئے اور کانگریس سے کسی قسم کا سمجھوتہ کئے بغیر عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے کانگریس کے حلقوں میں کھلبلی مچ گئی اور انہیں بھی پاکستان کی منزل صاف قریب دکھائی دینے لگی۔“

(تلخیص بادنیٰ تصرف ”تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کا کردار“ صفحہ 56)

وطن کی محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

”جماعت احمدیہ نے اس ملک کے بنانے میں بھی حصہ لیا ہے اور انشاء اللہ اس کی تعمیر وترقی میں بھی ہمیشہ کی طرح حصہ لیتی رہے گی۔ کیونکہ آج ہمیں ”وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے“ کا سب سے زیادہ ادراک ہے۔آج احمدی ہے جو جانتا ہے کہ وطن کی محبت کیا ہوتی ہے“

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 611)

زندگی رشکِ گلزار ہے اے وطن
ہر رگِ گل گُہر بار ہے اے وطن
تیرے دامن میں ہر ایک پیروجواں
اک عجب مَے سے سرشار ہے اے وطن
سبز پرچم ہے ہر سُو پر افشاں ترا
یہ علم بحر و بر پر نمایاں ترا
کوہ و وادی ہی کیا ہر بیاباں ترا
تیرے دم سے چمن زار ہے اے وطن
اک جہاں کو مُسلّم ہے عظمت تری
یہ حقیقت بھی دنیا نے خود دیکھ لی
تیرا دشمن مقابل جب آئے کبھی
تیرا ہر پھول تلوار ہے اے وطن
یوں تو اک رزم گہہ ہیں یہ کون ومکاں
اک تلاطم میں ہیں یہ زمین و زماں
وقت آئے گا جب دیکھ لے گا جہاں
کون تیرا وفادار ہے اے وطن

عبدالسلام اختر

اہل علم ودانش کا حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کی شخصیت اور کارناموں پر مثالی خراج تحسین

محترم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

بانی پاکستان محمد علی جناح کو اللہ تعالیٰ نے بیشمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قائداعظم اپنی دن رات کی انتھک محنت اور فراست اور اپنے قریبی اور مخلص ساتھیوں کے بھرپور تعاون اور لگن نیز مسلم لیگ کے پرچم تلے اکٹھے ہو جانے والے مسلمانان ہند کی یگانگت اور قوت کے طفیل ایک علیحدہ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اس طرح بیک وقت انگریزوں کی بھرپور مخالفت۔ ہندوؤں کی گہری دشمنی اور عداوت اور مختلف مخالف عناصر اور جماعتوں کی افسوسناک کوششوں اور سازشوں کو شکست فاش ہوئی۔

مملکت خداداد پاکستان کے قیام کے بعد گورنر جنرل قائداعظم اور وزیراعظم لیاقت علی خان نے جن قومی اور سیاسی زعماء کو کابینہ میں شامل کیا وہ لوگ بھی اپنی بے لوثی اور دیانتداری کی وجہ سے اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ ابتدائی زعماء میں سے سردار عبدالحمید دستی معروف اور جید صحافی منیر احمد منیر کے ایک سوال کے جواب میں بیان کرتے ہیں:۔

’’اس وقت کوئی بھی کرپٹ نہیں تھا۔ آپ پرانے وزیروں میں جس کسی کو لیں کسی کو ایسا نہیں پائیں گے‘‘۔

(منیر احمد منیر کے کئے گئے پانچ انٹرویوز کا مجموعہ ’’سیاسی اتار چڑھاؤ‘‘ ص202 ایڈیشن دوم آتش فشاں پبلیکیشنز لاہور)

اسی طرح پاکستان مسلم لیگ کے سابق جنرل سیکرٹری اور سابق مرکزی وزیر یوسف خٹک ممتاز صحافی منیر احمد منیر کے ساتھ اپنے انٹرویو میں بیان کرتے ہیں۔ ’’لیاقت علی خان کے زمانے میں کوئی بیوروکریسی نہیں تھی۔ بیوروکریسی کو لوگ برا بھلا کہتے ہیں۔ اگر سیاسی عمل مضبوط ہو تو کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا‘‘۔

(سیاسی اتار چڑھاؤ ص255 ایڈیشن دوم)

چوہدری سر محمد ظفراللہ خان کا امتیاز

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سر محمد ظفراللہ خان قائداعظم کے معتمد ساتھی تھے۔ آپ قیام پاکستان سے پہلے بھی قومی اور انتظامی اور سیاسی امور میں بھرپور حصہ لیتے تھے اور غیر منقسم ہندوستان کے ممتاز وکلاء، سیاستدانوں اور زعماء میں شمار ہوتے تھے۔ قائداعظمؒ کا آپ کی لیاقت، دیانت اور قابلیت پر اس قدر اعتماد تھا کہ آپ نے تقسیم ہند سے بھی پہلے صوبہ پنجاب کے لئے باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کے کیس کی وکالت کے لئے ملک بھر کے وکیلوں پر سر محمد ظفراللہ خان کو ترجیح دی۔ پھر قیام پاکستان کے فوراً بعد اقوام متحدہ کے لئے پاکستانی وفد کا سربراہ مقرر کیا اور پھر دسمبر 1947ء میں چوہدری سر محمد ظفراللہ خان کو خود پاکستان کا پہلا وزیرخارجہ مقرر کیا اور وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان کے بعد انہیں کابینہ کے سب سے سینئر وزیر کا منصب عطا کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ قائداعظم خود نہایت ہی ارفع اصولوں اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے اور وہ لوگوں کو اسی معیار پر جانچتے تھے۔ چنانچہ چوہدری صاحب سینئر صحافی منیر احمد منیر کے ساتھ اپنے انٹرویو میں بیان کرتے ہیں۔

’’قائداعظم کو ان چیزوں کا نہیں تھا کہ مرزائی ہے، شیعہ ہے، اسمٰعیلی ہے۔ ان کو تو یہ تھا کہ جو شخص پاکستان کے لئے ہمدرد ہو اور پاکستان کے کام آسکتا ہو وہ ٹھیک ہے‘‘۔

(سیاسی اتار چڑھاؤ ص106 ایڈیشن دوم)

پھر قائداعظم اور لیاقت علی خان کے ساتھیوں کے متعلق سر محمد ظفراللہ خان جرأت کے ساتھ بیان کرتے ہیں:۔

’’دیانتداری کا قطعاً کوئی شک نہیں تھا اس وقت۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ ہم میں سے کسی پر بھی شک نہیں تھا کہ کوئی رشوت یا ذاتی اغراض میں گھرا ہوا‘‘۔

(سیاسی اتار چڑھاؤ ص106,104 ایڈیشن دوم)

لیاقت اور فراست کے تذکرے

پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے سر محمد ظفراللہ خان صاحب کی زبردست اور کامیاب وکالت کے حوالے سے ممتاز صحافی منیر احمد منیر اپنے کالم آتش فشاں مطبوعہ نوائے وقت میں بیان کرتے ہیں:۔

بہت کم لوگوں کو قائداعظم کے ساتھ جپھی ڈالنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ مثلاً چوہدری ظفراللہ خان راوی ہیں کہ جب وہ باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کی طرف سے دلائل سے فارغ ہو گئے تو انہیں قائداعظمؒ نے کھانے کی دعوت دی اور ’’حاضر ہونے پر معانقے کا شرف بخشا۔ معانقہ ایک قرآنی اصطلاح ہے مطلب اس کا وہی ہے گلے ملنا، بغل گیر ہونا پنجابی میں اس کو جپھی کہتے ہیں‘‘۔

(نوائے وقت مورخہ 3 مئی 2010ء)

چوہدری صاحب کے مدمقابل کا اپنا اعتراف

یاد رہے کہ کانگرس کی طرف سے باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش ہونے والے مشہور وکیل سرسیتلواڈ تھے۔ ان کے متعلق سابق سفیر و وزیر جناب احمد سعید کرمانی جو سر محمد ظفراللہ خان صاحب کے معاون وکلاء میں شامل تھے، ماہنامہ قومی ڈائجسٹ کو انٹرویو دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:۔

باؤنڈری کمیٹی کے روبرو جب بحث ختم ہوئی تو کانگرس کے وکیل سرسیتلواڈ نے جو بڑے اور مشہور وکیل تھے چوہدری صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ’’مجھے پتہ نہیں کہ فیصلہ کیا ہوگا لیکن ایک فیصلہ کر دیتا ہوں اور وہ یہ کہ اگر صرف دلائل سے فیصلہ ہوتا ہے تو ظفراللہ کیس جیت گیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے غیر معمولی قابلیت سے یہ کیس پیش کیا ہے‘‘۔ یہ باتیں انہوں نے کمیشن کے اجلاس میں سب لوگوں کے سامنے پیش کیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا میرا دوسرا ساتھی سرٹیک چند (سابق جج لاہور ہائی کورٹ) بھی میرے خیالات سے متفق ہے لیکن چوہدری ظفراللہ خان کو جسٹس دین محمد نے یہ بتا دیا کہ ریڈکلف کانگرس سے مل گیا ہے اور قائداعظم کے علم میں بھی یہ بات لائی گئی تھی کہ یہ درست ہے کہ ان دنوں میں یہ افواہ عام تھی کہ ریڈکلف نے اس کیس میں ہندوؤں سے بھاری رشوت لی تھی۔ ایک چیز میں نے اس کیس کے دوران نوٹ کی غیر مسلم وکلاء عموماً ہمیں نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن ظفراللہ خان کی غیر معمولی قابلیت سے مرعوب ہو کر وہ ہمارا بھی احترام کیا کرتے تھے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ اکتوبر 1999ء ص19)

مسئلہ فلسطین اور شاندار خدمات

اکتوبر 1947ء میں اقوام متحدہ میں فلسطین کا مسئلہ پیش تھا۔ سر محمد ظفراللہ خان نے بحیثیت رئیس الوفد پاکستان کی طرف سے اہل فلسطین کے حق میں اور مخالف قوتوں کے خلاف ایسی زبردست تقریر کی کہ اس موقع کی رپورٹنگ کرنے والے اخبار نوائے وقت نے اس تقریر کی تفصیلات مندرجہ ذیل سرخیوں کے ساتھ شائع کیں۔

سر ظفراللہ خان کی تقریر سے اقوام متحدہ کی کمیٹی میں سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔

امریکہ، روس اور برطانیہ کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔

عرب لیڈروں کی طرف سے سر ظفراللہ خان کو خراج تحسین۔

(نوائے وقت مورخہ 12 اکتوبر 1947ء)

اسرائیل کی بھرپور مذمت

سابق وزیر اور مسلم لیگ ق کے جنرل سیکرٹری مشاہد حسین بیان کرتے ہیں:۔

’’پاکستان کے قیام کے فوراً بعد جو وفد اقوام متحدہ میں گیا قائداعظمؒ نے اسے ہدایت کی وہ فلسطین کے حق میں بات کرے اور اسرائیل کی مذمت کرے۔ وہی حکومت بلاخوف و خطر بات کر سکتی ہے جس کا دامن صاف ہوگا‘‘۔

(نوائے وقت مورخہ 12 دسمبر 2010ء)

وطن عزیز کے سابق سفارتکار اور معروف تجزیہ نگار محمد اکرم ذکی اپنے مضمون پاکستان کی خارجہ پالیسی (2) میں یہ تاریخی حقیقت بیان کرتے ہیں:۔

’’کیونکہ پاکستان پُرامن سیاسی جدوجہد اور آئینی راستہ اختیار کرتے ہوئے آزاد ہوا تھا اس لئے پاکستان نے کشمیریوں اور فلسطین کی آزادی کے لئے شروع دن سے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں بھرپور حل کی کوشش کی لیکن یہ دوسری بات ہے کہ اقوام متحدہ کے فیصلے بڑی قوتوں کے تابع ہوتے ہیں‘‘۔

(نوائے وقت ادارتی صفحہ مورخہ 17 مئی 2010ء)

اقوام متحدہ میں عمدہ کارکردگی

رئیس الوفد سر محمد ظفراللہ خان کے وفد میں پاکستانی سفیر متعین امریکہ جناب حسن اصفہانی بھی شامل تھے۔ وہ قائداعظم کے نام اپنے مکتوب مورخہ 14 اکتوبر 1947ء میں لکھتے ہیں:۔

میں اس بات کا مختصراً ذکر کروں گا کہ اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد نے توقع سے بڑھ کر

کارکردگی دکھائی ہے۔ فلسطین کے مسئلہ پر سرظفراللہ خان نے جو تقریر کی وہ اقوام متحدہ میں اس مسئلے پر ہونے والی بہترین تقریروں میں سے ایک ہے ہم ایک مکمل ٹیم کی طرح کام کررہے ہیں اور یہ کسی قسم کی تعلّی نہیں ہے کہ ہم نے واقعی عمدہ تاثر پیدا کیا ہے۔ پاکستان نے اپنا آپ منوالیا ہے۔ (ترجمہ اقتباس)

(Quaid-e-Azam Mohammad Ali Jinnah Papers (1 October 31 December 1947 Editor-in-Chief Z.H. Zaidi)

فلسطینی مسئلہ کے حل کے لئے پاکستان کی کوشش

بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح تو قیام پاکستان سے قبل ہی ناجائز اسرائیلی ریاست کے قیام کے مخالف تھے اور انہوں نے ہمیشہ فلسطینی عوام کے حقوق کی حمایت کی۔ پاکستان آج بھی فلسطینی عوام کے حقوق اور ان کی خودمختار ریاست کے قیام کی غیرمشروط حمایت کررہا ہے۔

(اداریہ نوائے وقت مورخہ 14 فروری 2010ء)

بین الاقوامی فورم پر پاکستان کی پہلی بڑی کامیابی

پاکستان کے تاریخ دار انسائیکلوپیڈیا ''پاکستان کرونیکل'' کے ص 7 پر مرقوم ہے۔

''30 اکتوبر اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے قائد سرظفراللہ خان کو اقوام متحدہ کی فلسطین کمیٹی کا چیئرمین منتخب کرلیا گیا۔ یہ کسی بھی بین الاقوامی پلیٹ فارم پر پاکستان کی پہلی بڑی کامیابی تھی''۔

(پاکستان کرونیکل تحقیق وتالیف عقیل عباس جعفری ص 7 اشاعت اول اپریل 2010ء)

اقوام متحدہ سے کامیاب واپسی اور قائداعظم کا اظہار خوشنودی

جناب ایم اے حسن اصفہانی (پاکستانی سفیر متعین امریکہ) کے مفصل خط محررہ 27 نومبر 1947ء کے جواب میں قائداعظم نے اپنے 11 دسمبر 1947ء کے مکتوب میں سرمحمد ظفراللہ خان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

(ترجمہ) ظفراللہ (نیویارک سے۔ ناقل) واپس پہنچ گئے ہیں اور میری ان سے طویل گفتگو ہوئی ہے۔ واقعی انہوں نے اپنا کام عمدگی سے انجام دیا ہے۔

(قائداعظم محمد علی جناح پیپرز ص 403)

پاکستان کے پہلے وزیرخارجہ اور مسئلہ کشمیر کے چیمپئن

قائداعظم کے ایک معتمد ساتھی اور سابق وزیراعظم پاکستان چوہدری محمد علی صاحب اپنی کتاب Emergency of Pakistan (P241) میں پہلی کابینہ (15 اگست 1947ء) کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں اس کے کچھ عرصہ بعد محمد ظفراللہ خان جو اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے نیویارک گئے ہوئے تھے کو وزیرخارجہ مقرر کیا گیا اور انہوں نے کابینہ میں وزیراعظم کے ساتھ والی سیٹ سنبھالی۔ (P241)

یعنی قائداعظم نے چوہدری محمد ظفراللہ خان کو سینئر موسٹ وزیر کا مرتبہ عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قائداعظم کے نامزد وزیرخارجہ چوہدری سرمحمد ظفراللہ خان تقریباً سات سال تک اس منصب پر فائز رہے اور پھر اپنی مرضی اور فیصلہ کے مطابق وزارت خارجہ سے الگ ہوگئے۔ اس سات سال کے طویل عرصہ میں آپ نے وطن عزیز کی وسیع اور بیشمار قابل قدر خدمات انجام دیں جن میں سے متعدد کا ذکر مختلف مضامین کی شکل میں ہوچکا ہے۔ اگر ہم مسئلہ کشمیر کا ہی جائزہ لیں تو تنازعہ کشمیر کو یکم جنوری 1948ء کو اقوام متحدہ کے فورم پر لے جانے والے مدعی مقدمہ بھارت کو اس کے عزائم میں بری طرح ناکام کرنے اور اپنی خداداد لیاقت اور علم وقانون کے بل بوتے پر دنیا کی اقوام سے مظلوم کشمیریوں کے حق میں قراردادیں منظور کرانا چوہدری سرمحمد ظفراللہ خان کا ایک عظیم کارنامہ ہے جو پاکستان کے حق میں ایک مستقل فتح ہے اور اقوام متحدہ کی یہ قراردادیں وطن عزیز کا ایک ناقابل تردید و ناقابل تنسیخ اثاثہ ہیں جن پر پاکستان شروع سے لے کر آج تک قائم ہے اور ان پر عملدرآمد کے لئے زور دے رہا ہے۔

ہندوستان کے لئے کڑوی گولی

بھارت جو مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں مدعی بن کر لے گیا تھا وہاں سے شکست خوردہ ہوکر لوٹا اور آج تک اس زخم کو نہیں بھولا۔

بھارت کی کشمیر کو تنازعہ تسلیم کرکے سنگین غلطی

چنانچہ بھارت کے سابق وزیرخارجہ نٹورسنگھ نے بیان دیا ہے۔

خبر کی تفصیل میں درج ہے بھارت کے سابق وزیرخارجہ نٹورسنگھ نے 1948ء میں اقوام متحدہ کے سامنے جموں کشمیر کو ایک متنازعہ خطہ قبول کرنا بھارت کی ایک بہت بڑی غلطی سے تعبیر کیا۔ چندی گڑھ میں ایک انٹرویو کے دوران وزیرخارجہ نٹورسنگھ کا کہنا تھا کہ بھارت 1948ء میں سیاسی طور پر بالغ نہیں تھا اور اس نے مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کے پاس لے جاکر اس کی متنازعہ حیثیت کو قبول کرلیا۔

(نوائے وقت 30 ستمبر 2010ء ص آخر اور ص 6 کالم نمبر 6)

اس پر بے اختیار یہ مصرع یاد آتا ہے۔

اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں!!!

1926ء میں اسلام قبول کرنے والے نومسلم علامہ محمد اسد (جو پاکستان بننے کے جلد بعد کچھ عرصہ تک اقوام متحدہ میں پاکستان کے سفارت کار کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے) کی کتاب بندہ صحرائی (مترجم محمد اکرم چغتائی) سے دو حوالے۔

اقوام متحدہ میں ہندوستان کو لینے کے دینے پڑ گئے

ہندوستان نے وادیٔ کشمیر پر قبضہ جمائے رکھا اور سرحد کے ساتھ ساتھ دور تک پناہ گاہیں اور خندقیں بنالیں۔ آج تک ہندوستان کشمیر کے اس حصے پر قابض ہے، جو گلگت سے لداخ اور کارگل کے برفانی پہاڑوں تک پھیلا ہوا ہے۔ بالآخر (ہندوستان) مسئلہ کشمیر کو مجلس اقوام متحدہ لے گیا، جہاں استصواب رائے کی قرارداد منظور کی گئی، جو اس علاقے کی قسمت کا فیصلہ کرے گی۔ حکومت ہندوستان نے اس قرارداد کو بڑی بے دلی سے قبول کیا، یہ کھلی ہوئی حقیقت تھی کہ اس قرارداد پر عملدرآمد کا نتیجہ پاکستان کی فتح کی صورت میں نکلے گا۔ چنانچہ ہندوستان حیلے بہانے سے بار بار اس مسئلے کو ملتوی کرتا رہا۔ اب یہی مسئلہ کشمیر، پاکستان اور ہندوستان کے اچھے ہمسایہ ممالک جیسے تعلقات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن چکا ہے۔

(نوائے وقت سنڈے میگزین 25 جولائی 2010ء)

باصلاحیت وزیرخارجہ

علامہ محمد اسد کے الفاظ میں

ظفراللہ خان باصلاحیت وزیرخارجہ تھے اور وزیراعظم لیاقت علی خان بھی ان کی خوبیوں کے معترف تھے۔

(نوائے وقت سنڈے میگزین مورخہ 25 جولائی 2010ء)

انگریز مصنف فلپ زیگلر کا شاندار تبصرہ

ترجمہ: پاکستانی نمائندے ظفراللہ خان کی قانونی اور تقریری دونوں لحاظ سے پیشہ وارانہ صلاحیت و مہارت کے مقابل پر کشمیر کیس کے سلسلہ میں ہندوستان کی بے ڈھنگی کارکردگی ہندوستان کی ناکامی کی ایک وجہ بنی۔ دیکھئے کتاب

Mount Batten The Official Biography (P450)

آزادی اور حق خودارادیت کے لئے بنیاد

پروفیسر الیف الدین ترابی اپنے مضمون مسئلہ کشمیر اور اقوام متحدہ کی قراردادیں (مطبوعہ 12 جنوری 2011ء) میں لکھتے ہیں:۔

جنوری 1949ء کا مہینہ اس اعتبار سے تحریک آزادی کشمیر کی تاریخ میں غیرمعمولی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کشمیری عوام کی آزادی اور حق خودارادیت کے بنیادی حق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ تاریخی قرارداد منظور کی تھی کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے ریاست جموں وکشمیر میں اقوام متحدہ کے زیراہتمام آزادانہ اور غیرجانبدارانہ رائے شماری کا اہتمام کرکے خود کشمیری عوام کی مرضی سے یہ طے کیا جائے کہ وہ پاکستان یا بھارت میں سے کس کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قرارداد تحریک آزادی کشمیر کو بین الاقوامی اعتبار سے ٹھوس آئینی اور قانونی بنیادیں مہیا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیری عوام نے پہلے دن سے اس قرارداد کو ہمیشہ آزادی اور حق خودارادیت کے لئے اپنی جدوجہد اور تحریک کی بنیاد قرار دیا ہے۔ نیز اسی قرارداد کی بنیاد پر پاکستان مسئلہ کشمیر کا ایک بنیادی فریق قرار پاتا ہے اور تحریک آزادی کشمیر کی تائید وحمایت کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کرتا رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بھارت ہمیشہ ان قراردادوں کے نفاذ سے راہ فرار کے لئے حیلے بہانے تلاش کرتا رہا ہے۔

(نوائے وقت اداریہ صفحہ 12 جنوری 2011ء)

قائداعظم کا درست انتخاب

سابق سفیر و وزیر سید احمد سعید کرمانی کے انٹرویو سے دو اہم اقتباسات

قائداعظم نے رائٹ مین فار رائٹ جاب جناب ظفراللہ خان کی چوائس بھی قائداعظم کی تھی۔ ظفراللہ خان قیام پاکستان کے موقع پر نواب آف بھوپال کے آئینی مشیر تھے۔ قائداعظم نے بلایا کہ آپ باؤنڈری کمیشن کے آگے مسلم لیگ کا کیس آرگو کریں۔ وہاں سے اچھی خاصی تنخواہ اور مراعات چھوڑ کے آگئے۔ مطلب یہ ہے کہ قائداعظم کو اللہ تعالیٰ نے مردم شناسی دی تھی۔

(از انٹرویو مطبوعہ ماہنامہ قومی ڈائجسٹ اگست 2002ء ص 27,26)

شاہ فیصل کی قدردانی

کرمانی صاحب کہتے ہیں:۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ظفر اللہ خان کا Loss (ضیاع) پاکستان کا Loss بھی تھا۔ یہ عرب ورلڈ کا Loss بھی تھا۔

شاہ فیصل سعودی عرب کے وزیر خارجہ رہے ہیں۔ ابن سعود کے انتقال کے بعد وہ بادشاہ بنے۔ وہ ظفر اللہ خان کے عاشق تھے۔ انہوں نے چوہدری ظفر اللہ خان کو حضور ﷺ کے روضہ اقدس کے اندر جانے کی اجازت دی۔ عام طور پر وہ اجازت نہیں دیتے۔ (ص 31 کالم 2)

(از انٹرویو مطبوعہ ماہنامہ قومی ڈائجسٹ شمارہ اگست 2002ء)

ذوالفقار علی بھٹو کا خراج تحسین

اللہ تعالیٰ نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کو وطن کا نام روشن کرنے کی عظیم سعادت عطا فرمائی۔ جب 1973ء میں چوہدری صاحب بھرپور کامیابیوں کے بعد عالمی عدالت انصاف کی صدارت سے ریٹائر ہوئے تو اس موقع پر ذوالفقار علی بھٹو نے (جو اس وقت پاکستان کے صدر تھے) آپ کی وسیع ملکی و بین الاقوامی خدمات اور اعزازات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کو ایک شاندار تہنیتی پیغام ارسال کیا جس کا متن انگریزی روزنامہ پاکستان ٹائمز کی 18 مارچ 1973ء کی اشاعت میں شامل ہے۔

(ترجمہ) اخبار کی سرخی ہے۔ **بھٹو کی جانب سے ظفر اللہ خان کی خدمات کو زبردست خراج تحسین۔** تفصیل میں درج ہے۔ راولپنڈی 17 مارچ، صدر بھٹو نے چوہدری ظفر اللہ خان کے بین الاقوامی عدالت انصاف (ہیگ) کی صدارت کے منصب سے ریٹائر ہونے کے موقع پر انہیں تحسین بھرا پیغام ارسال کیا ہے جس کا متن یہ ہے۔ میں آپ کی ان خدمات کی وجہ سے جو آپ نے کئی دہائیوں کے عرصہ میں پاکستانی عوام اور عالمی برادری کے لئے نہایت ہی بے لوث طریقے سے انجام دی ہیں۔ گہرے تشکر و تحسین کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ اس سیاسی تحریک کے ایک ممتاز رکن کی حیثیت سے جو کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کے حصول پر منتج ہوئی اور اس سے بھی پہلے 1931ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے آپ نے پاکستان کے حصول کے لئے نہایت ہی نمایاں کردار ادا کیا۔ مملکت خداداد کے معرض وجود میں آنے کے بعد ابتدائی سات سالوں میں وزیر خارجہ پاکستان کی حیثیت سے آپ نے پاکستان کو ایسی ریاست کے طور پر مستحکم کرنے میں مدد دی جس کو بیرونی دنیا میں باعزت مقام حاصل ہوگیا اور جس کے مؤقف کو بین الاقوامی سطح پر اہمیت دی جانے لگی۔ لیکن پاکستان کے لئے آپ کی خدمات یہیں تک محدود نہ تھیں۔ جنرل اسمبلی کے صدر اور بین الاقوامی عدالت انصاف کے جج کی حیثیت میں آپ نے پوری انسانیت کی ہی خدمت نہیں کی بلکہ پاکستان کے وقار کو بھی بلند و بالا کیا۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو مختلف حیثیتوں میں عالمی برادری اور اقوام متحدہ میں جو تکریم ملی ہے اس پر ہم سب کو فخر ہے"۔

(پاکستان ٹائمز مورخہ 18 مارچ 1973ء)

ممتاز اور سینئر صحافی خالد حسن کا ایک دلچسپ اور معلومات افزا مضمون روزنامہ آجکل مورخہ 23 اپریل 2008ء میں شائع ہوا ہے۔ آیئے اس سے کچھ اقتباسات پڑھنے کا لطف اٹھاتے ہیں۔

بلا کا حافظہ

"ان کا حافظہ بلا کا تھا۔ انہوں نے محض حافظہ کی بنیاد پر اپنی یادگار خودنوشت "تحدیث نعمت" میں ایسے درجنوں ناموں اور تاریخوں کا ذکر کیا ہے جو گزشتہ صدی کے ابتدائی برسوں کے متعلق ہیں۔ انہوں نے جس تاریخ اور نام کا حوالہ دیا آج تک کوئی اسے غلط ثابت نہ کرسکا"۔ (کالم نمبر 1)

سادہ مزاج اور بے ریا انسان

"جب ظفر اللہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر بنے تو اپنے ڈرائیور کے ہمراہ ہمیشہ کار کی اگلی نشست پر بیٹھتے تھے۔ انکساری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ جہاں تک انہیں یاد تھا انہوں نے زندگی میں کبھی ایک نماز بھی قضا نہ کی۔ رات کو تہجد کے لئے بھی اٹھتے۔ وہ بڑی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ جس پتلون کو دن میں پہنتے اسے رات کو تکیے کے نیچے رکھ کر سوتے تا کہ اس کی کریز درست رہے۔ جب پاکستان آتے اپنی پرانی جرابیں اور بنیان ساتھ لے آتے جو پھینکنے کے قابل ہوتیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کنجوس تھے۔ وہ سو سے زائد طلباء کو وظائف دیتے لیکن اس قسم کی باتوں کی کبھی نمائش نہ کرتے"۔ (کالم نمبر 3)

کاش قوم کو توفیق ملے!!!

مضمون نگار خالد حسن مرحوم اپنے مضمون کو ان حسرت بھرے اور قابل غور الفاظ پر ختم کرتے ہیں:

"اس قوم کو ابھی یہ توفیق نہیں ملی کہ جو اس کے اصل ہیرو ہیں ان کا شکریہ ادا کرے اور ان کی خدمات و احسانات تسلیم کرے۔ کیا اس ملک میں ایسا ممکن ہوگا؟ انسان صرف سوچ ہی سکتا ہے"۔

(روزنامہ آجکل لاہور مورخہ 23 مارچ 2008ء)

نامور پاکستانی

نوائے وقت کے معروف اور صاحب علم کالم نگار ڈاکٹر محمد اجمل نیازی اپنے کالم بے نیازیاں مطبوعہ یکم جون 2010ء میں تحریر کرتے ہیں:۔

"مذہبی بحث سے بالاتر ہوکر یہ سوچ رہا ہوں کہ قادیانی پاکستانی تو ہیں۔ اس ملک کے شہری تو ہیں۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نامور پاکستانی تھے۔ بانی پاکستان قائداعظم نے انہیں خط میں "مائی سن" (میرے بیٹے) لکھا۔ کیا قائداعظمؒ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ یہ کس کو وزیر خارجہ بنایا جارہا ہے؟ نامور سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام نے بھی پاکستان کے لئے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی۔ انہوں نے مرنے کے بعد پاکستان میں دفن ہونا پسند کیا"۔

(نوائے وقت مورخہ یکم جون 2010ء ص 2)

ایوب خان کی ڈائریوں میں جامع تذکرہ

Diaries of Field Marshal Muhammad Ayub Khan (1972-1966) Oxford University Press 2007

چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان (1893ء تا 1985ء) نے قانون کی تعلیم لاہور اور لندن میں حاصل کی اور زیادہ تر لاہور میں پریکٹس کی۔ وہ 1926ء تا 1935ء سیالکوٹ سے پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ممبر تھے اور 1935ء تا 1942ء گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر (مرکزی وزیر۔ مترجم) رہے۔ ظفر اللہ خان کو فیڈرل کورٹ آف انڈیا (آجکل کے لحاظ سے سپریم کورٹ۔ مترجم) کا جج مقرر کیا گیا (1942ء تا 1947ء) آزادی کے بعد انہیں پاکستان کا وزیر خارجہ نامزد کیا گیا۔ (1947ء تا 1954ء)۔ وہ ہیگ میں بین الاقوامی عدالت انصاف کے جج رہے۔ (1954ء تا 1973ء)۔ انہوں نے 63-1962ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ وہ جماعت احمدیہ کے رکن تھے۔ انگریزی میں ظفر اللہ خان کی یادداشتیں بعنوان "بھولے بسرے سال سر محمد ظفر اللہ خان کی یادداشتیں جنہیں عاشق حسین بٹالوی نے ایڈٹ کیا۔ مکتبہ وین گارڈ لاہور نے 1991ء میں کتابی شکل میں شائع کیا انہوں نے انگریزی میں کتاب اللہ کا بندہ بھی لکھی۔ جو ذاتی سرگزشت ہے اور جسے زیورک سے انڈو اورینٹل پبلشرز نے 1958ء میں شائع کیا۔

(نوٹس ص 556)

بھرپور تعریف پر مجبور ہوگیا

قائداعظم کے ایک سابق اے ڈی سی مسٹر عطا ربانی سر محمد ظفر اللہ خان کے بطور وزیر خارجہ تقرر پر بزعم خود اعتراض کرتے ہیں لیکن بعد میں خود ہی بہترین خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

سر محمد ظفر اللہ عالمی سطح پر معروف تھے۔ ہیگ میں عالمی عدالت انصاف کے چیف جسٹس رہے۔ اقوام متحدہ کے تحت کئی بین الاقوامی فورموں کے رکن کے طور پر ممتاز رہے اور دنیا بھر میں انہوں نے بے حد عزت پائی۔ انہوں نے اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی فورموں پر ہمارا مقدمہ ازحد کامیابی سے پیش کیا اور اپنے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے روابط پاکستان کے فائدے میں استعمال کئے۔ ان کی عدالتی معاملہ فہمی، بحث کرنے اور گفت و شنید کی مہارت چیلنج نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہ ایک باکردار انسان تھے جن کا ریکارڈ صاف ستھرا اور ماورائے آئین ارادوں سے مبرا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو سیاسی سازشوں سے دور رکھا اور چھٹی دہائی کے آخر تک مختلف حیثیتوں میں پاکستان کی بے لوثی کے ساتھ خدمت کی"۔

(قائداعظم۔ اعتراضات اور حقائق از منیر احمد منیر ص 155,154 پبلشر ماہنامہ آتش فشاں لاہور۔ پرنٹر مکتبہ جدید پریس لاہور جنوری 2010ء)

ظفر اللہ خان! قائداعظم کا دست راست
عالم پہ اپنی دھاک بٹھا کر چلا گیا

مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب

باؤنڈری کمیشن کے حوالے سے بعض اہم معلومات

جب آل انڈیا نیشنل کانگرس کو ہندوستان کی تقسیم ناگزیر نظر آنے لگی تو 8 مارچ 1947ء کو ان کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ آزادی کے وقت بنگال اور پنجاب کے صوبوں کو بھی تقسیم کیا جائے۔ ان صوبوں کے جو اضلاع پاکستان کا حصہ بننا چاہیں وہ پاکستان میں شامل ہوں اور جو بھارت کا حصہ بننا چاہیں وہ بھارت میں شامل ہوں اور وائسرائے نے قائداعظم سے ملاقات میں اس بات کا عندیہ بھی دے دیا کہ تقسیم کی صورت میں بنگال اور پنجاب کے صوبوں کو بھی تقسیم کیا جائے گا۔ جب آزادی کا وقت آیا تو بنگال اور پنجاب کے صوبوں کو تقسیم کرنے کے لیے علیحدہ باؤنڈری کمیشن تشکیل دے دیے گئے۔ دونوں صوبوں میں بہت سے اضلاع ایسے تھے جن کے بارے میں مسلم لیگ کا دعویٰ تھا کہ انہیں پاکستان میں شامل ہونا چاہیے اور کانگرس کا دعویٰ تھا کہ ان کو بھارت کا حصہ بننا چاہئے۔ قائداعظم کے ارشاد کے تحت پنجاب کے باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کے کیس کی پیروی حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے کی۔ قادیان ضلع گورداسپور میں شامل ہے اور اس ضلع پر بھی دونوں فریق دعویٰ کر رہے تھے۔ اس ضلع میں مسلمانوں کی معمولی اکثریت تھی اور یہ اکثریت اس صورت میں بنتی تھی کہ احمدیوں کے ووٹ پاکستان کی تائید میں شامل کئے جائیں۔ اس پس منظر میں مسلم لیگ کے کیس کو مضبوط کرنے کے لیے، خود مسلم لیگ کے کہنے پر جماعت احمدیہ نے اس کمیشن کے روبرو اپنا میمورنڈم پیش کیا جو کہ اس موقف پر مشتمل تھا کہ ہم پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں اور اس طرح اس ضلع میں ان لوگوں کی اکثریت ہے جو کہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ضلع گورداسپور کو پاکستان میں شامل کیا جائے اور باؤنڈری کمیشن کے روبرو جماعتِ احمدیہ کی طرف سے یہ موقف مکرم ومحترم شیخ بشیر احمد صاحب نے پیش کیا تھا۔

اس پس منظر کو بیان کرنے کے بعد ہم اس تحریری موقف کی طرف آتے ہیں جو کہ جماعت احمدیہ کے مخالف ممبران اسمبلی نے 1974ء میں اس موضوع پر قومی اسمبلی کی کارروائی شروع ہونے سے قبل ممبران اسمبلی کو بھجوایا تھا۔ اس میں مذکورہ میمورنڈم کے بارے میں لکھا ہے۔

''جماعت احمدیہ تقسیم کی مخالف تھی لیکن جب مخالفت کے باوجود تقسیم کا اعلان ہوگیا تو احمدیوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ایک اور زبردست کوشش کی جس کی وجہ سے گورداسپور کا ضلع جس میں قادیان کا قصبہ واقع تھا پاکستان سے کاٹ کر بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حد بندی کمیشن جن دنوں بھارت اور پاکستان کی حد بندی کی تفصیلات طے کر رہا تھا کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندے دونوں اپنے اپنے دعاوی اور دلائل پیش کر رہے تھے۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنا الگ ایک محضر نامہ پیش کیا اور اپنے لئے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سے الگ مؤقف اختیار کرتے ہوئے قادیان کو ویٹیکین سٹی قرار دینے کا مطالبہ کیا اس محضر نامہ میں انہوں نے اپنی تعداد اپنے علیحدہ مذہب، اپنے فوجی اور سول ملازمین کی کیفیت اور دوسری تفصیلات درج کیں۔ نتیجہ یہ ہوا احمدیوں کا ویٹیکین سٹیٹ کا مطالبہ تو تسلیم نہ کیا گیا البتہ باؤنڈری کمیشن نے احمدیوں کے میمورنڈم سے یہ فائدہ حاصل کرلیا کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے خارج کر کے گورداسپور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر اس کے اہم ترین علاقے بھارت کے حوالے کر دیئے اور اس طرح نہ صرف گورداسپور کا ضلع پاکستان سے گیا بلکہ بھارت کو کشمیر ہڑپ کر لینے کی راہ مل گئی اور کشمیر پاکستان سے کٹ گی''۔

(قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف، مرتبہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب وسمیع الحق صاحب، ناشر ادارۃ المعارف کراچی، فروری 2005 ص 201)

مندرجہ بالا حوالہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ تقسیم ہند کے نازک موڑ پر احمدیوں نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ قادیان کو Vatican کی طرح علیحدہ سٹیٹ قرار دیا جائے اور چونکہ اگر احمدیوں کو شامل نہ کیا جاتا تو گورداسپور کے ضلع میں مسلمانوں کی اکثریت نہ ہوتی، اس لئے احمدیوں کی اس حرکت کی وجہ سے نہ صرف گورداسپور کے ضلع کا بیشتر علاقہ پاکستان میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ گورداسپور کے یہ علاقے بھارت میں شامل ہونے کی وجہ سے، بھارت کو کشمیر تک کا راستہ مل گیا اور کشمیر بھی پاکستان میں شامل نہ ہوسکا۔

شاید یہ محضر نامہ تیار کرنے والوں کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ ایک روز باؤنڈری کمیشن کی تمام کارروائی شائع ہو جائے گی اور ان کے بنائے ہوئے جھوٹ کی قلعی بھی کھل جائے گی۔ باؤنڈری کمیشن کی تمام روداد اور اس کے کاغذات 1983ء میں National Documentation Centre کی طرف سے شائع کیے گئے۔ اس وقت پاکستان میں جنرل ضیاء الحق صاحب کا مارشل لاء لگا ہوا تھا۔ یہ مواد چار جلدوں میں The Partition of the Punjab 1947 A Compilation of Official Documents کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس کی پہلی جلد میں صفحہ 428 سے 470 پر شائع کیا گیا ہے اور اس میمورنڈم کے مطالعہ سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں قادیان کے Vatican کی طرز پر علیحدہ ریاست بنانے کا کوئی مطالبہ نہ صرف درج نہیں ہے بلکہ اس قسم کا کوئی اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اس وقت پنجاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا۔ مغربی پنجاب نے پاکستان کا حصہ بننا تھا اور مشرقی پنجاب نے بھارت میں شامل ہونا تھا۔ جماعت احمدیہ کے میمورنڈم کا پہلا جملہ ہی یہ تھا۔

"Being the headquarters of the Ahmadiyya Community, Qadian should be placed in the Western Punjab because....."

(The Partition of The Punjab 1947 A Compilation Of Official Documents Vol 1, Published by National Documentation Centre Lahore,1983, P428)

اس میمورنڈم کا پہلا جملہ ہی واضح کر دیتا ہے محضر نامہ میں جو الزامات لگائے گئے تھے وہ جھوٹے اور خودساختہ تھے۔

یہ تمام میمورنڈم ان دلائل سے بھرا ہوا ہے کہ ضلع گورداسپور کو پاکستان کا حصہ ہونا چاہئے اور قادیان کو پاکستان میں شامل ہونا چاہئے اور اس بات کے تاریخی دلائل دیے گئے ہیں کہ ماضی میں مسلمانوں کے ساتھ کافی زیادتیاں کی گئی ہیں۔ اب ان زیادتیوں کا اعادہ کرنا سنگین غلطی ہوگی۔

اور جب اس کمیشن کی کارروائی کے دوران جسٹس تیجا سنگھ (جن کو اس کمیشن میں جج بننے کے لیے کانگرس نے نامزد کیا تھا) نے جماعت احمدیہ کے وکیل محترم شیخ بشیر احمد صاحب سے سوال کیا کہ جماعت احمدیہ کا اسلام سے کیا تعلق ہے تو اس کے جواب میں محترم شیخ بشیر احمد صاحب نے جواب دیا۔

"They claim to be Mussalmans first and Mussalmans last . They are part of Islam."

(The partition of The Punjab 1947 A Compilation of Official Record Vol2, p250)

پھر جب جماعت احمدیہ کے میمورنڈم پر سوالات شروع ہوئے تو جماعت احمدیہ کے نمائندے مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے اس کمیشن کے روبرو یہ اعداد وشمار پیش کئے کہ ہندوستان میں احمدیوں کی 745 جماعتیں ہیں اور ان میں سے 547 پاکستان کے حصہ میں آرہی ہیں۔ اس بناء پر بھی ہماری استدعا ہے کہ جماعت کے مرکز قادیان کو پاکستان میں شامل کیا جائے۔

(The Partition of The Punjab 1947 A Compilation of Official Record Vol2, p250)

سول اینڈ ملٹری گزٹ کی 11 جولائی 1952ء کی اشاعت کے ایڈیٹوریل میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ کانگرس کا دعویٰ یہ تھا کہ گورداسپور گو کہ مسلم اکثریت کا ضلع ہے لیکن اسے دیگر عوامل کی بنیاد پر بھارت کا حصہ بنانا چاہئے اور اس غرض کے لئے مجلس احرار کو مولویوں نے یہ مصالحہ بہم پہنچایا تھا کہ ان کے نزدیک احمدی مسلمان نہیں ہیں اس طرح اگر اس ضلع میں اگر احمدیوں کو مسلمانوں کی تعداد میں شامل نہ کیا جائے تو اس ضلع میں مسلمان اکثریت میں نہیں رہتے۔ جسٹس تیجا سنگھ کا یہ سوال اسی فتنہ کا شاخسانہ معلوم ہوتا ہے ورنہ ایک سکھ کو مسئلہ ختم نبوت سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔

لیکن جھوٹ بولنے والے کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ اس محضر نامہ میں بھی مخالفین نے اگلے صفحہ پر ہی خود اپنے لگائے ہوئے الزام کی تردید کر دی ہے۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اس ڈرامائی باب کے شروع میں مخالفین نے یہ الزام لگایا تھا کہ اس کمیشن کے روبرو احمدیوں نے یہ مطالبہ پیش کیا تھا کہ قادیان کو Vatican کی طرح ایک علیحدہ ریاست بنایا جائے۔ اور اس کے بعد وہ سید نور احمد صاحب کی ایک تحریر درج کرتے ہیں جو کہ روزنامہ مشرق 3 فروری 1946ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں نور احمد صاحب لکھتے ہیں۔

''۔۔۔ضلع گورداسپور کے سلسلے میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے اس کے متعلق چوہدری ظفراللہ خان جو مسلم لیگ کی وکالت کر رہے تھے خود بھی ایک افسوسناک حرکت کر چکے ہیں۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ عام مسلمانوں سے (جن کی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی) جداگانہ حیثیت میں پیش کیا۔ جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ بیشک یہی تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا پسند کرے گی۔ لیکن جب سوال یہ تھا کہ مسلمان ایک طرف اور باقی سب دوسری طرف تو کسی جماعت کا اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کرنا مسلمانوں کی عددی قوت کو کم ثابت کرنے کے مترادف تھا اگر جماعت احمدیہ یہ حرکت نہ کرتی تب بھی ضلع گورداسپور کے متعلق

شاید فیصلہ وہی ہوتا جو ہوا۔لیکن یہ حرکت اپنی جگہ بہت عجیب تھی''۔

(قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف،مرتبہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب و سمیع الحق صاحب،ناشر ادارۃ المعارف کراچی،فروری 2005ء ص 203)

اس اشاعت کے پیش لفظ میں لکھا ہوا ہے کہ گو اس محضر نامہ کو تقی عثمانی صاحب نے اور سمیع الحق صاحب نے تحریر کیا تھا لیکن روزانہ شاہ احمد نورانی صاحب،مفتی محمود صاحب،پروفیسر غفور صاحب، ظفر انصاری صاحب آکر لکھے ہوئے حصہ کو سنتے اور تحریر میں ہر طرح ان کی آراء بھی شامل تھیں۔ لیکن یہ بات ہمیں بہت تعجب میں ڈالتی ہے کہ یہ سب احباب مل کر اتنی سی بات بھی محسوس نہیں کر سکے کہ دو صفحات کے اندر انہوں اپنی ہی لکھی ہوئی بات کی تردید کردی ہے اور جب ہم نور احمد صاحب کے بیان کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سید نور احمد صاحب جن تاریخی واقعات کے بارے میں اپنی رائے لکھنے کی تکلیف فرما رہے تھے وہ ان تاریخی واقعات کے بارے بنیادی باتوں کا علم بھی نہیں رکھتے تھے۔

سید نور احمد صاحب نے لکھا ہے کہ باؤنڈری کمیشن کے روبرو حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ مسلمانوں سے (جن کی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی) جداگانہ حیثیت میں پیش کیا۔حقیقت یہ ہے کہ باؤنڈری کمیشن کے روبرو حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ پیش ہی نہیں کیا تھا۔ اس کمیشن کے سامنے جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے پیش کیا تھا اور باؤنڈری کمیشن کی شائع کردہ جس روداد کا حوالہ ہم دے چکے ہیں اس کی جلد 2 کو دیکھنے سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔اس جلد کے صفحہ 240 تا 252 پر ایک نظر ڈالنے سے ہی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے سید نور احمد صاحب نے غلط حقائق پیش کئے ہیں۔اس کمیشن کے سامنے قائد اعظم محمد علی جناح کے ارشاد پر حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے مسلم لیگ کا کیس پیش کیا تھا۔

ایک اور اہم بات جو قابل توجہ یہ ہے کہ سید نور احمد صاحب جن کا حوالہ مخالفین نے اپنے میمورنڈم میں بہت طمطراق سے پیش کیا ہے لکھتے ہیں کہ ''سوال یہ تھا کہ مسلمان ایک طرف اور باقی دوسری طرف''۔یہی جملہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یا تو وہ پوری طرح حقائق سے باخبر نہیں یا پھر عمداً حقائق کو چھپا رہے ہیں۔ کیونکہ مسلم لیگ نے پنجاب باؤنڈری کمیشن کے روبرو یہ موقف پیش ہی نہیں کیا تھا کہ مسلمان ایک طرف اور باقی مذاہب کے لوگ دوسری طرف۔ جہاں تک پنجاب کی تقسیم کا تعلق ہے تو اس میں مسلم لیگ کی طرف سے یہ موقف پیش کیا تھا کہ پنجاب کی عیسائی تنظیموں کی طرف سے یہ موقف پیش کیا جارہا ہے کہ وہ مغربی پنجاب میں (جس نے پاکستان میں شامل ہونا تھا) شامل ہونا پسند کریں گے اور عیسائی بھی مسلمانوں کے دعوے کی تائید کررہے ہیں۔

(The Partition of The Punjab 1947 A Compilation of Official Record Vol1, p295)

یہ موقف تو کانگریس کی طرف سے پیش کیا جارہا تھا کہ تمام غیر مسلموں کی رائے کانگریس کے دعوے کے حق میں شمار ہونی چاہئے۔اس طرح سید نور احمد صاحب اور ان کا حوالہ دینے والے مولوی حضرات خود مسلم لیگ کے پیش کردہ موقف کی مخالفت اور کانگریس کے پیش کردہ موقف کی تائید کررہے ہیں۔ 1953ء میں جب پنجاب میں جماعت احمدیہ کے خلاف فسادات برپا کئے گئے تو ان فسادات پر ایک تحقیقاتی عدالت قائم کی گئی۔ اس کے صدر بھی جسٹس محمد منیر صاحب تھے۔ ان فسادات کے دوران اور اس تحقیقاتی عدالت کے روبرو بھی باؤنڈری کمیشن میں پیش کئے جانے والے جماعت احمدیہ کے میمورنڈم کے حوالے سے جماعت احمدیہ پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے تھے۔اس تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں جسٹس محمد منیر صاحب نے اس موضوع کے بارے میں تحریر کیا۔

''۔۔۔لہٰذا قادیان کی آخری شمولیت کے متعلق اندیشے محسوس کئے جانے لگے اور چونکہ احمدی اس کو ہندوستان میں شامل کرنے کا مطالبہ نہ کر سکتے تھے۔لہٰذا ان کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہا تھا کہ اس کو پاکستان میں شامل کرانے کے لئے جدو جہد کریں۔احمدیوں کے خلاف معاندانہ اور بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہیں کہ باؤنڈری کمیشن کے فیصلے میں ضلع گورداسپور اس لئے ہندوستان میں شامل کر دیا گیا کہ احمدیوں نے ایک خاص رویہ اختیار کیا اور چوہدری ظفراللہ خان نے جنھیں قائدِ اعظم نے اس کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے پر مامور کیا تھا خاص قسم کے دلائل پیش کئے۔لیکن عدالت ہذا کا صدر جو اس کمیشن کا ممبر تھا۔اس بہادرانہ جدو جہد پر تشکر و امتنان کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو چوہدری ظفراللہ خان نے گورداسپور کے معاملے میں کی تھی۔ یہ حقیقت باؤنڈری کمیشن کے کاغذات میں ظاہر و باہر ہے اور جس شخص کو اس مسئلے سے دلچسپی ہو۔وہ شوق سے اس ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے۔ چوہدری ظفراللہ خان نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات انجام دیں۔ان کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالت تحقیقات میں ان کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ شرمناک ناشکرے پن کا ثبوت ہے''۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب 1953ء۔ص 209)

جو محضر نامہ اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا اس میں جسٹس منیر صاحب کے ایک مضمون کا حوالہ بھی پیش کیا گیا تھا۔جسٹس منیر صاحب پاکستان کے چیف جسٹس بھی رہے اور اس باؤنڈری کمیشن میں دو جج مسلم لیگ کی طرف سے نامزد ہوئے تھے۔ان میں سے ایک جسٹس منیر صاحب تھے اور دوسرے جسٹس دین محمد صاحب تھے۔

جسٹس منیر صاحب نے 1964ء میں پاکستان ٹائمز میں ایک مضمون لکھا جس کا ایک پیراگراف جماعت احمدیہ کے میمورنڈم کے بارے میں تھا۔ اس مضمون کا حوالہ محضر نامہ میں دیا گیا تھا۔اس حوالے کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ جب 1974ء کی قومی اسمبلی کی کارروائی میں جماعت کے وفد پر سوالات ہو رہے تھے تو اٹارنی جنرل یحیٰ بختیار صاحب نے یہ حوالہ پڑھ کر سنایا تھا اور پہلے یہ کہا تھا کہ ہم چوہدری ظفراللہ خان صاحب کی خدمات کا تو اعتراف کرتے ہیں لیکن جسٹس منیر کے اس مضمون سے جماعتِ احمدیہ کے میمورنڈم کے بارے میں منفی تاثر اُبھرتا ہے۔

ہم جسٹس محمد منیر صاحب کے اس مضمون کا متعلقہ حصہ من و عن درج کر کے ان میں تحریر کئے گئے حقائق کا تجزیہ پیش کریں گے۔جسٹس منیر صاحب لکھتے ہیں۔

"In connection with this part of the case I cannot refrain from mentioning an extremely unfortunate circumstance. I have never understood why the Ahmadis submitted a seperate representation. The need for such a representation could arise only is the Ahmadis did not agree with the Muslim league case- itself a regrettable possibility. Perhaps they intended to reinforce the Muslim League's case but in doing so they gave the facts and figures for different parts of Garh Shankar, thus giving prominence to the fact that in the area between River Bein and River Basanter the non-Muslims constituted a majority and providing arguement for the contention that if the area between rivers Ujh and Bein went to India, the area between the Bein River and the Basanter river would automatically go to India. As it is this area has remained with us but the stand taken by the Ahmadi's did create considerable embarrassment for us in the case of Gurdaspur."

(Pakistan Times,June 24, 1964, article ' Days to Remeber by By M. Munir)

اب ہم مندرجہ بالا حوالے کے مختلف مندرجات کا جائزہ لیتے ہیں۔اس کے پہلے حصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسٹس محمد منیر صاحب یہ تحریر فرما رہے ہیں کہ انہیں پورے وثوق سے اس بات کا علم نہیں کہ احمدیوں کے میمورنڈم کا مقصد کیا تھا؟ کیا وہ مسلم لیگ کے کیس کی تائید کررہے تھے یا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ ایک پہلو تو ہم وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ اس میمورنڈم کے پہلی سطر سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ جماعت احمدیہ کے اس میمورنڈم کا مقصد کیا تھا اور بعد کے مندرجات،جو کہ اب شائع ہو چکے ہیں اور ہر کوئی ان کا مطالعہ کرسکتا ہے،اس بات کو بالکل واضح کر دیتے ہیں کہ یہ سارا میمورنڈم مسلم لیگ کے کیس کی تائید کے لئے پیش کیا گیا تھا۔اگر حقیقت میں جسٹس محمد منیر صاحب کو اس معاملہ میں ابہام رہ گیا تھا تو اس سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ انہوں بحیثیت جج تمام متعلقہ کاغذات کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔لیکن ایسا بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ جیسا کہ ہم حوالہ درج کر چکے ہیں کہ انہوں خود 1953ء کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ وہ اس وقت احمدیوں کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ قادیان کو پاکستان میں شامل کرانے کے لئے کوشش کریں۔ ان کی پہلی تحریر دوسری تحریر کی تردید کررہی ہے۔

دوسرے یہ مضمون تین اقساط میں شائع ہوا تھا۔جو حوالہ ہم نے پیش کیا ہے وہ تیسری قسط کا ہے اور اس کی پہلی قسط میں جسٹس منیر صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے مسلم لیگ اور جماعت احمدیہ کا کیس پیش کیا تھا۔جیسا کہ ہم پہلے ہی ثبوت پیش کر چکے ہیں کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے مسلم لیگ کا کیس پیش کیا تھا اور مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے جماعت احمدیہ کا کیس پیش کیا تھا۔اس بنیادی غلطی سے ہی یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یا تو جس وقت یہ مضمون لکھا گیا اس وقت لکھنے والی کی یادداشت اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی یا پھر وہ عمداً حقائق کو مسخ کر کے پیش کر رہے تھے۔

یہ سوال ضرور اہم ہے کہ آخر جماعت احمدیہ نے میمورنڈم کیوں پیش کیا؟ تو یہ میمورنڈم بھی مسلم لیگ کے کہنے پر اس کے کیس کو مضبوط کرنے کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ اور جو بھی اس کی شائع شدہ کارروائی کو پڑھے گا اس پر یہ حقیقت کھل جائے گی۔ کانگرس کے کیس کو مضبوط کرنے کے لئے سکھوں کی طرف سے یہ موقف پیش کیا گیا تھا کہ لاہور اور مغربی پنجاب میں ان کے بہت سے مقدس مقامات موجود ہیں اور چونکہ زیادہ تر سکھ مشرقی پنجاب میں آباد ہیں اور ہندوستان میں شامل ہو رہے ہیں اور اس لئے یہ ضروری ہے کہ جن اضلاع میں سکھوں کے مقدس مقامات ہیں وہ پاکستان کا نہیں بلکہ ہندوستان کا حصہ بنائے جائیں اور اس کے مقابل پر مسلم لیگ کی طرف سے یہ موقف پیش کیا گیا تھا کہ اس کلیہ کے تحت تو جن اضلاع میں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں خاص طور پر جو اضلاع متنازع ہیں انہیں لازمی پاکستان میں شامل کرنا چاہئے۔ خاص طور پر جبکہ ان کی اکثریت بھی مسلمان ہے اور جماعت احمدیہ کے میمورنڈم میں ایک یہ اہم پہلو بھی اجاگر کیا گیا تھا اور اس قسم کا میمورنڈم مسلم لیگ نے صرف جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش نہیں کرایا گیا تھا بلکہ اس قسم کا میمورنڈم مسلمانان بٹالہ نے صدر مسلم لیگ بٹالہ کی وساطت سے پیش کیا تھا جس میں دیگر دلائل کے علاوہ یہ دلیل بھی پیش کی گئی تھی کہ تحصیل بٹالہ میں مسلمانوں کے بہت سے مزارات اور مقدس مقامات ہیں اور اس میمورنڈم میں ایک حصہ یہ بھی تھا اگر مذہبی مقدس مقامات اور مزارات کو فیصلہ میں مدنظر رکھا جا رہا ہے تو پھر...... میں ایک فرقہ قادیانی بھی ہیں جن کے بانی قصبہ قادیان سے ہیں اور اس کے ایک ایک ذرہ سے ان کی تاریخ وابستہ ہے اور قادیانی بڑے واضح الفاظ میں پاکستان کے حق میں رائے دے چکے ہیں۔

(The Partition of Punjab A Compilation of Official Documents Vol.1 p470-473)

اس میمورنڈم میں لفظ قادیانی کا استعمال ہی اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ اس کی تیاری میں کسی احمدی کا ہاتھ نہیں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے مسلم لیگ کے علاوہ اور کئی مسلمان گروہوں سے مسلم لیگ کے کیس کو مضبوط بنانے کے لئے میمورنڈم پیش کرائے گئے تھے۔ مثلاً پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے اپنا علیحدہ میمورنڈم پیش کیا تھا مسلمانان بٹالہ نے مسلم لیگ تحصیل بٹالہ کے صدر کی وساطت سے علیحدہ میمورنڈم پیش کیا تھا۔ لدھیانہ کی مسلم لیگ لدھیانہ اپنا علیحدہ میمورنڈم پیش کیا تھا۔ جالندھر کی مسلم لیگ نے اپنا علیحدہ میمورنڈم پیش کیا تھا۔ انجمن مغلیہ نے اپنا علیحدہ میمورنڈم پیش کیا تھا، ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن نے اپنا علیحدہ میمورنڈم پیش کیا تھا، تحصیل جالندھر کی مسلم راجپوت ایسوسی ایشن نے علیحدہ اور مسلم راجپوت کمیٹی گڑھ شنکر اور نواں شہر نے علیحدہ میمورنڈم پیش کیا، انجمن مدرسۃ البنات جالندھر نے علیحدہ میمورنڈم پیش کی۔

(The Partition of Punjab A Compilation of Official Documents Vol.1 p474-477)

اور یہ میمورنڈم مسلم لیگ کے کیس مضبوط کرنے کے لئے اور ان کی حمایت کے لئے پیش کئے گئے تھے۔ اسی طرح سکھوں کی طرف سے ایک مجموعی میمورنڈم پیش کیا گیا تھا اور اس کی تائید میں سکھوں کے بعض گروہوں نے اپنے علیحدہ میمورنڈم پیش کئے تھے۔ اور اگرچہ کانگریس نے اپنا میمورنڈم پیش کیا تھا مگر کئی ہندو تنظیموں نے اپنے علیحدہ میمورنڈم اس کی تائید میں پیش کئے تھے۔

پھر جسٹس منیر صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ احمدیوں نے گڑھ شنکر کے مختلف علاقوں کے مختلف اعداد و شمار پیش کئے تھے جس کی وجہ سے مسلم لیگ کا کیس کمزور ہوا تھا۔ اب تو جماعتِ احمدیہ کا میمورنڈم شائع ہو چکا ہے اور ہر کوئی اس حقیقت کا جائزہ لے سکتا ہے جماعتِ احمدیہ کے میمورنڈم میں گڑھ شنکر کے اعداد و شمار شامل ہی نہیں تھے۔ البتہ مسلم لیگ کی طرف سے گڑھ شنکر کی مذہب وار آبادی کے اعداد و شمار پیش کئے گئے تھے اور وہ اس شائع شدہ کارروائی کی دوسری جلد کے صفحہ 556 پر موجود ہیں۔ جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ جماعت احمدیہ کے میمورنڈم سے کانگریس کو علم ہوا تھا کہ بین اور بسنتر نالہ کے درمیان غیر مسلموں کی اکثریت ہے تو یہ دعویٰ ہی مضحکہ خیز ہے کیونکہ اس کارروائی کا سرسری مطالعہ ہی بتا دیتا ہے کہ کانگریس کو بخوبی علم تھا کہ کہاں کہاں کون سا گروہ اکثریت میں ہے۔ البتہ اس کارروائی کی تیسری جلد کے صفحہ 201 پر جسٹس مہر چند کے فیصلے میں اس علاقے کے حوالے سے جماعت احمدیہ کے جمع کرائے گئے نقشہ کا حوالہ ہے اور جماعت احمدیہ نے یہ نقشہ اس لئے پیش کیا تھا کیونکہ جسٹس دین محمد صاحب نے جو کہ مسلم لیگ کے نامزد کردہ جج تھے انہوں نے جماعت احمدیہ کے وکیل مکرم شیخ بشیر صاحب سے کہا تھا کہ وہ یہ نقشہ کمیشن میں جمع کرائیں جس میں مختلف مذاہب کی اکثریت والے متصل علاقے دکھائے گئے ہوں۔ اب کسی طرح بھی اس پر جماعت احمدیہ کو متہم کرنا ایک خلاف عقل بات ہے۔

ورنہ جماعت احمدیہ کے میمورنڈم میں تو صرف یہ نکتہ اُٹھایا گیا تھا کہ ضلع، تحصیل یا اس سے کوئی بھی چھوٹا یونٹ لے لیں قادیان پاکستان کے مسلم اکثریت علاقہ سے متصل ہے اور اسے پاکستان میں شامل ہونا چاہئے۔ یہ نقشہ تو جسٹس دین محمد صاحب کے کہنے پر جمع کروایا گیا تھا اور یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ جیسا کہ جسٹس منیر صاحب نے لکھا ہے کہ ان دو نالوں کے درمیان کا حصہ پاکستان میں ہی شامل کیا گیا تھا۔

اپنا وطن

فخر تفاخر حفظ امان   گھر، در، زر، سر، تن، من، جان
نام نمود۔ اعزاز۔ نشان   اپنے وطن پر سب قربان

اپنے وطن پر سب قربان
اپنے وطن پر سب قربان
اپنا وطن ہے پاکستان۔ پاکستان۔ پاکستان

صف دشمن کی الٹ کر آؤ   تیغ و سناں سے لپٹ کر آؤ
چھوڑو عشرت خانے چھوڑو   خُم چھوڑو اور ساغر توڑو
نیند کے ماتوں کو جھنجھوڑو   کندھے سے سب کندھا جوڑو

جیسے سیسے کی بنیان
اپنے وطن پر سب قربان
اپنا وطن ہے پاکستان۔ پاکستان۔ پاکستان

رخ فوجوں کے پلٹ کر آؤ   ٹکڑے ہو کر کٹ کر آؤ

حب وطن ہے جزو ایمان
اپنے وطن پر سب قربان
اپنا وطن ہے پاکستان۔ پاکستان۔ پاکستان

روشن دین تنویر

مرتبہ: مکرم ندیم احمد فرخ صاحب

قائداعظم محمد علی جناح کا تصور پاکستان

پاکستان کا طرز حکومت صرف جمہوری ہوگا

پاکستان کے مرکزی نظام کے بارے میں 21 نومبر 1946ء کو رائٹر کے نمائندے مسٹر ڈاں کیمپل سے ایک انٹرویو کے دوران قائداعظم نے فرمایا:

''پاکستان کے مرکزی نظام اور اس کے نظام حکومت کا فیصلہ تو پاکستان کی مجلس دستور ساز کرے گی۔ البتہ پاکستان کا طرز حکومت صرف جمہوری ہوگا۔ اس کی پارلیمنٹ، اس کی وزارت (جو پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہوگی) دونوں ہی عموماً رائے دہندگان عوام کے سامنے جواب دہ ہوں گی۔ جس میں کسی ذات، نسل یا فرقہ کی تفریق نہیں کی جائے گی اور عوام ہی اپنی حکومت کی پالیسی اور پروگرام کے متعلق آخری فیصلہ کریں گے۔

پاکستان میں نسل و عقیدے کا سوال نہیں

اگر آپ لوگ باہمی تعاون سے کام کریں ماضی کو بھول جائیں اور گزشتہ را صلوٰۃ پر عمل کریں تو یقیناً کامیاب ہوں گے۔ اگر آپ مل جل کر اس جذبے کے تحت کام کریں کہ ہر شخص خواہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو ماضی میں آپ کے تعلقات ایک دوسرے سے خواہ کیسے ہی رہے ہوں۔ اس کا رنگ، نسل، مذہب کچھ ہی ہو۔ اولاً، ثانیاً آخراً اسی مملکت کا شہری ہے۔ اس کے حقوق، مراعات اور ذمہ داریاں مساوی و یکساں ہیں تو ہم بے حد ترقی کر جائیں گے۔ ہمیں اس جذبہ کے تحت کام شروع کر دینا چاہئے۔ پھر رفتہ رفتہ، اکثریت اور اقلیت کے مسلمان فرقہ اور ہندو فرقہ کے تمام اختلافات مٹ جائیں گے۔

پاکستان میں ذات اور عقیدے کا مملکت کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں

پاکستان مجلس دستور ساز کے افتتاحی اجلاس میں 11 راگست 1947ء کے صدارتی خطبہ میں قائداعظم نے فرمایا:

اگر ہمیں پاکستان کی اس عظیم الشان ریاست کو خوشحال بنانا ہے تو ہمیں اپنی تمام تر توجہ لوگوں کی فلاح و بہبود کی جانب مبذول کرنا چاہئے۔ خصوصاً عوام اور غریب لوگوں کی جانب۔ اگر آپ نے تعاون اور اشتراک کے جذبے سے کام کیا تو تھوڑے ہی عرصہ میں اکثریت اور اقلیت، صوبہ پرستی اور فرقہ بندی اور دوسرے تعصبات کی زنجیریں ٹوٹ جائیں گی۔ ہندوستان کی آزادی کے سلسلہ میں اصل رکاوٹ یہی تھی۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو ہم کبھی کے آزاد ہو گئے ہوتے۔ اگر یہ آلائشیں نہ ہوتیں تو چالیس کروڑ افراد کو کوئی زیادہ دیر تک غلام نہ رکھ سکتا تھا۔

یورپ خود کو مہذب کہتا ہے لیکن وہاں پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک خوب لڑتے ہیں۔ وہاں کی بعض ریاستوں میں آج بھی افتراق موجود ہے۔ مگر ہماری ریاست کسی تمیز کے بغیر قائم ہو رہی ہے۔ یہاں ایک فرقے یا دوسرے فرقہ میں کوئی تمیز نہ ہوگی۔ ہم اس بنیادی اصول کے تحت کام شروع کر رہے ہیں کہ ہم ایک ریاست کے باشندے اور مساوی باشندے ہیں۔ آپ آزاد ہیں۔ آپ اس لئے آزاد ہیں کہ اپنے مندروں میں جائیں، آپ آزاد ہیں کہ اپنی مسجدوں میں جائیں یا پاکستان کی حدود میں اپنی کسی عبادت گاہ میں جائیں۔ آپ کا تعلق کسی مذہب، کسی عقیدے یا کسی ذات سے ہو اس کا مملکت کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں یہ بات بطور نصب العین اپنے سامنے رکھنی چاہئے اور آپ یہ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندو ہندو نہ رہے گا اور مسلمان مسلمان نہ رہے گا، مذہبی مفہوم میں نہیں کیونکہ یہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی مفہوم میں اس مملکت کے ایک شہری کی حیثیت سے۔

الٰہی مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم

قائداعظم سے اگست 1941ء میں دکن میں طلباء نے سوال کیا کہ مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں تو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے خود اس امر کا انکشاف کیا اور فرمایا:

''جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور محاورے کے مطابق لامحالہ میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی نسبت اور رابطہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم اور تصور نہیں ہے۔ میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا، نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے۔ البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا معاشی غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔ قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لئے بہترین ہے بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لئے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر تصور ناممکن ہے۔

(حیات قائداعظم ص 427 مصنفہ چوہدری سردار محمد جان عزیز، احسن برادرز لاہور)

وطن عزیز کی سرزمین پر مساوات انسانی کے اصولوں کی پاسبانی کرنی ہوگی

ہم نے پاکستان کی جنگ آزادی جیت لی ہے مگر اسے برقرار رکھنے اور مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کی سنگین ترین جنگ ابھی جاری ہے اور اگر ہمیں ایک بڑی قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو اس جنگ میں کامیابی حاصل کرنی ہوگی۔ فطرت کا اٹل اور سفاک قانون ہے۔ بقائے اصلح ہمیں خود کو اس نئی آزادی کا اہل ثابت کرنا ہے۔

فاشیت کے خطرات سے دنیا کو بچانے اور اسے جمہوریت کے لئے محفوظ بنانے کی خاطر کرہ ارض کے دور دراز حصوں میں جا کر آپ نے میدان جنگ میں آپ نے داد شجاعت حاصل کی ہے مگر اب آپ کو اپنے ہی وطن عزیز کی سرزمین پر اسلامی جمہوریت، اسلامی معاشرتی، عدل اور مساوات انسانی کے اصولوں کی پاسبانی کرنی ہے۔ آپ کو ان کے لئے ہر وقت تیار رہنا ہوگا۔ ہمہ تن ہوشیار، ستانے کا موقعہ ابھی نہیں آیا ہے۔ یقین محکم، ضبط و نظم اور ادائیگی فرض کی دھن ایسے اصول ہیں۔ اگر آپ ان پر کاربند رہے تو کوئی شے ایسی نہیں جسے آپ حاصل نہ کر سکیں۔

(قائداعظم کا افواج پاکستان سے خطاب۔ مورخہ 21 فروری 1948ء از خطبات قائداعظم صفحہ 583,582 تدوین و تہذیب رئیس احمد جعفری (ندوی) مقبول اکیڈمی، ادبی مارکیٹ چوک انارکلی لاہور)

جمہوریت کی بنیاد دینی اصول

میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام نے ہمارے لئے بنایا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیاد صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔

(قائداعظم کی شاہی دربار سبی بلوچستان میں تقریر 14 فروری 1948ء)

مساوات اور رواداری ہمارے مذہب کی بنیاد ہیں

جب آپ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کی بنیاد عمرانی عدل اور اسلامی سوشلزم کے اصولوں پر رکھی جائے تو بنی نوع انسان کی اخوت اور مساوات پر زبردست زور دیتے ہیں تو آپ محض میرے اور لاکھوں مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں اور اسی طرح جب آپ ہر شخص کے لئے مساوی مواقع مانگتے ہیں تب بھی آپ میرے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ترقی کے ان مقاصد کے متعلق پاکستان میں کوئی اختلاف رائے نہیں۔ کیونکہ ہم نے پاکستان اس لئے طلب کیا تھا۔ اس کی خاطر جدوجہد کی تھی اور اسے اس لئے حاصل کیا تھا کہ ہم اپنی روایات کے مطابق اپنے معاملات کو حل کرنے میں جسمانی اور روحانی طور پر قطعاً آزاد ہوں۔ اخوت، مساوات اور رواداری یہ ہیں ہمارے مذہب، تہذیب اور تمدن کے اساسی نقطے۔ ہم نے پاکستان کے لئے اس لئے جنگ کی تھی کہ براعظم میں ہمیں ان انسانی حقوق سے محروم کر دیئے جانے کا خدشہ تھا۔

(قائداعظم کا چاٹگام میں خطاب۔ 26 مارچ 1948ء از خطبات قائداعظم صفحہ 590 تدوین و تہذیب از رئیس احمد جعفری (ندوی) مقبول اکیڈمی، ادب مارکیٹ، چوک انارکلی لاہور)

حکومت ناانصافی اور جانبداری کی بنیادوں پر کھڑی نہیں رہ سکتی

اقلیتیں جہاں بھی ہوں ان کے تحفظ کا انتظام کیا جائے گا۔ میں نے ہمیشہ یقین کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا ایقان غلط نہیں۔ کوئی حکومت اور کوئی مملکت اپنی اقلیتوں کو اعتماد اور تحفظ کا یقین دلائے بغیر کامیابی کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی۔ کوئی حکومت ناانصافی اور جانبداری کی بنیادوں پر کھڑی نہیں رہ سکتی۔ اقلیت کے ساتھ ظلم و تشدد اس کی بقا کا ضامن نہیں ہوسکتا۔ اقلیتوں میں انصاف و آزادی، امن و مساوات کا احساس پیدا کرنا ہر انتخابی حکومت کی بہترین آزمائش ہے۔

پاکستان کے چند تاریخی اور قابل دید مقامات
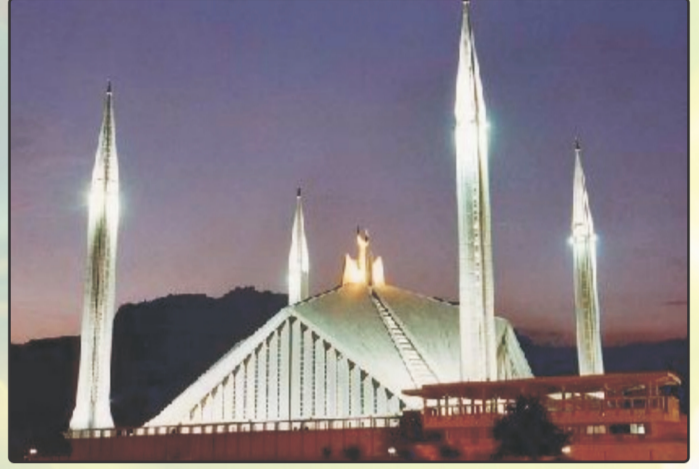
فیصل مسجد۔ اسلام آباد

مزار قائد۔ کراچی

قائد اعظم کی رہائش گاہ۔ زیارت

جناح ہاؤس میوزیم کراچی

قائد اعظم لائبریری لاہور

واہگہ بارڈر پاکستان

سری سے ماکڑا جاتے ہوئے وادی کاغان کا ایک دلفریب منظر

اسلام آباد کا ایک جدید 7 سٹار ہوٹل

یہ وطن میرا وطن شاد ہو آباد رہے
یونہی قائم رہے دائم رہے آزاد رہے

پاکستان کے چند تاریخی اور قابل دید مقامات

بادشاہی مسجد لاہور

مسجد وزیر خان لاہور

مزار حضرت خواجہ غلام فریدؒ چاچڑاں شریف رحیم یار خان

عجائب گھر لاہور

شالامار باغ لاہور

قلعہ دراوڑ بہاولپور

قلعہ رہتاس جہلم

ہرن مینار شیخوپورہ

مقبرہ جہانگیر لاہور

شاہی قلعہ لاہور

ہر ذرہ مری دھرتی کا پھولوں سے حسیں ہے

ہر قریہ مرے دیس کی عظمت کا امیں ہے

اس خلوص میں ہم دنیا کے کسی متمدن ملک سے پیچھے نہیں رہ سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ جب وقت آئے گا تو ہمارے ملکی خطوں کی اقلیتوں کو ہماری روایات، ثقافت اور اسلامی تعلیم سے نہ صرف انصاف وصداقت ملے گی بلکہ انہیں ہماری کریم النفسی اور عالی ظرفی کا ثبوت بھی مل جائے گا۔ ہم مول تول نہیں کرتے۔ ہم لین دین کے عادی نہیں ہم صرف عمل پر یقین رکھتے ہیں اور صرف تدبر اور عملی سیاست پر اعتماد رکھتے ہیں۔

(خطبات قائداعظم صفحہ 135 رئیس احمد جعفری (ندوی) مقبول اکیڈمی ادبی مارکیٹ چوک انارکلی لاہور)

اقلیتوں کے ساتھ انصاف

پاکستان کے نظام حکومت کی پھر یہ کہوں گا کہ ہم نے اس سلسلے میں جو پالیسی طے کی ہے اس پر پوری طرح کاربند رہیں گے۔ پاکستان میں جو اقلیتیں ہیں ان کی جان و مال کی حفاظت کرتے رہیں گے اور ان کے ساتھ انصاف کریں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ پاکستان سے چلے جانے پر مجبور کر دیئے جائیں۔ جب تک یہ لوگ حکومت کے وفادار و وفا کیش رہیں گے۔ ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا جیسا کہ پاکستان کے اور شہریوں کے ساتھ چونکہ حکومت کی اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری عمال حکومت پر عائد ہوتی ہے اس لئے یہ دیکھنا ان کا فرض ہے کہ اس پر کماحقہ عمل ہو رہا ہے یا نہیں تا کہ یہ الزام نہ آئے کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ آپ لوگ ہی عوام اور حکومت کی نیک نیتی کا یقین دلا سکتے ہیں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ عمال حکومت ہمیں اس سلسلہ میں مایوس نہ کریں گے۔

(قائداعظم کا افسران حکومت سے خطاب 11راکتوبر 1947ء از خطبات قائداعظم صفحہ 572 تدوین رئیس احمد جعفری (ندوی) مقبول اکیڈمی)

غیر مسلم ہمارے بھائی ہیں

2 نومبر 1941ء کو قائداعظم نے انجمن اتحاد طلباء جامعہ اسلامیہ علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ چھوت چھات صرف انہیں کے مذہب اور انہیں کے فلسفہ میں جائز ہے ہمارے ہاں ایسی کوئی بات نہیں۔ اسلام انصاف، مساوات، معقولیت اور رواداری کا حامل ہے۔ بلکہ جو غیر مسلم ہماری حفاظت میں آ جائیں ان کے ساتھ فیاضی کو بھی روا رکھتا ہے۔ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں اور اس ریاست میں وہ شہریوں کی طرح رہیں گے۔

(جناح کی تقریریں صفحہ 191,190 از عثمانی صحرائی ادارہ اشاعت اردو حیدرآباد دکن طبع اول 1945ء)

پاکستان میں ذات پات کا خیال نہیں ہوگا

پاکستان میں ایک ایسی حکومت ہوگی جس میں سب قوموں کی زندگی کی تمام آسائشوں کا حصہ ملے گا۔ اس لئے اب تمام مسائل حل کر لیجئے۔ پاکستان ایک ایسی حکومت ہوگی جہاں ذات پات کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔ آخر مجھے کسی فرقہ کے خلاف جو اپنے افراد کی تعلیمی اور معاشرتی ترقی کے لئے کوشاں ہیں کیوں شکایت ہونی چاہئے۔ ایسی کوشش کریں گے اتنی ہی جلدی آپ موجودہ مسائل کا حل تلاش کر لیں گے۔

(قائداعظم کا میمن چیمبر آف کامرس بمبئی کے ایک اجتماع سے خطاب 28 مارچ 1947ء از خطبات قائداعظم صفحہ 519)

عدل و مساوات

قیام پاکستان جس کے لئے ہم گزشتہ دس سال سے جدوجہد کر رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ آج ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اپنے لئے ایک مملکت قائم کرنا ہی ہمارا مقصود نہیں تھا۔ یہ ذریعہ تھا حصول مقصد کا۔ خیال یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت کے مالک ہوں گے جہاں ہم اپنی روایات اور تمدنی خصوصیات کے مطابق ترقی کر سکیں۔ جہاں اسلام کے عدل و مساوات کے اصولوں کو آزادی سے برسر عام آنے کا موقعہ حاصل ہو۔

(قائداعظم کا افسران حکومت سے خطاب 11راکتوبر 1947ء از خطبات قائداعظم صفحہ 50)

نہ کوئی بنگالی ہے نہ پنجابی نہ سندھی نہ بلوچی

میں صاف طریق پر آپ کو ان خطرات سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں جو پاکستان کے قیام کو روکنے کی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد اپنی شکست سے پریشان ہو کر پاکستان کے دشمن اب مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اس مملکت میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کوششوں نے اب صوبہ پرستی کو ہوا دینے کی صورت اختیار کی ہے۔

جب تک آپ اپنی ملکی سیاست سے اس زہر کو نکال کر نہیں پھینک دیں گے اس وقت تک آپ خود ایک حقیقی قوم نہیں ڈھال سکتے اور نہ ویسا جوش اور ولولہ پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ بنگالی، سندھی، بلوچی، پٹھان وغیرہ کی باتیں نہ کریں۔ آپ سب ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایک تارک الوطن کے جذبات

سجدۂ ہجر میں روتے تو وطن میں ہوتے
اتنے خوش بخت جو ہوتے تو وطن میں ہوتے

کاش ہم ترکِ وطن کرتے نہ اولاد سمیت
کاش اس دور میں پوتے تو وطن میں ہوتے

ہائے! ہم خاک سمجھتے نہ وطن کی مٹی
بیچ کر خواب نہ سوتے تو وطن میں ہوتے

دامنِ دل پہ لگایا ہے جو داغِ ہجرت
بارشِ اشک میں دھوتے تو وطن میں ہوتے

کاش ہم لقمۂ عزت پہ ہی ہوتے قانع
زر کی مالا نہ پروتے تو وطن میں ہوتے

لہلہاتی ہوئی فصلیں وہ مہک دھرتی کی
اپنے جذبوں میں سموتے تو وطن میں ہوتے

یہ حقیقت ہے کہ حاجات کے میلے میں اگر
عزتِ نفس نہ کھوتے تو وطن میں ہوتے

ہائے ہم اشک ندامت کی نمی سے قدسیؔ
اپنی پلکوں کو بھگوتے تو وطن میں ہوتے

عبدالکریم قدسیؔ

پاکستان کا خوبصورت تفریحی مقام

سطح سمندر سے 75سوفٹ کی بلندی پر واقع کوہسار مری

مری کا تعارف، ماحول کا تعارف اور مشہور تفریح گاہیں

پاکستان کا سب سے مشہور پہاڑی مقام ''مری'' کے نام سے مشہور ہے۔ سطح سمندر سے 7500 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اسلام آباد سے مری کا سفر ایک گھنٹے کا ہے۔ مری کے قدرتی نظارے دیکھنے کے قابل ہیں۔ ہر طرف ہریالی دیکھ کر زائرین اپنی تمام تر تھکاوٹ بھول جاتے ہیں اور خود کو تازہ دم محسوس کرتے ہیں۔ گرمیوں میں موسم ٹھنڈا اور سردیوں میں چھبنے والی ٹھنڈ یہاں آئے لوگوں کو ایک یادگار لمحات فراہم کرتے ہیں۔ یہاں پر معیاری ہوٹل موجود ہیں۔ جو میزبانی میں اپنی مثال آپ ہیں۔

جب 1849ء میں برطانیہ نے پنجاب کی باگ ڈور سنبھالی تو برطانوی حکمرانوں نے فوری طور پر مری کو ''ہل سٹیشن'' بنانے کا فیصلہ کیا کیونکہ یہ راولپنڈی کنٹونمنٹ سے نزدیک تر تھا۔ دراصل مری کا ''ہل سٹیشن'' ایک ہری بھری پہاڑی پر 1851ء میں قائم کیا گیا جسے برطانوی حکمرانوں کے حکم سے بہت جلد پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ آج مری صوبہ پنجاب کا ایک مشہور تفریحی مقام ہے اور گرمیوں میں یہاں پر خوب رش ہوتا ہے۔ گرمیوں کے لمبے لمبے دن یہاں سیر وتفریح کے لئے بہت مناسب ہیں اور لوگ پیدل یا گھوڑے پر سوار ہو کر چھوٹے پہاڑی راستوں پر گھنے درختوں کے سایہ میں خوب سیر کرتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں ہر طرف جاذب نظر سرخ رنگ کی چھتوں والے مکانات خوب نظر آتے ہیں اور سردیوں میں جب یہ برف سے ڈھک جاتے ہیں تو صنوبر کے درختوں سے خوشبودار ہوا گزر کر اس سارے نظارے کو اور بھی کیف آور بنا دیتی ہے۔ مری کا علاقہ جسے پیار سے لوگ ''پہاڑوں کی ملکہ'' کہتے ہیں اپنی منفرد اور پُرکشش ہریالی اور قدرتی نظاروں کی وجہ سے پورے ملک میں ایک خاص تفریحی مقام کی نسبت سے لوگوں میں پسند کی جاتی ہے قدرت نے اس علاقے کو جس قدر خوبصورتی دی ہے۔ اس کا احساس ہمیشہ رہتا ہے۔ خوبصورت ہرے بھرے پہاڑ جو صنوبر اور دیگر درختوں سے ڈھکے ہوئے ہیں بہتے ہوئے چشموں کا پانی، چھوٹی چھوٹی ندیاں اور نالے مخمل کی طرح سجے ہوئے سبزہ زار اور پھولوں سے لدے باغات یہاں پر آئے لوگوں کو ایک جنت کا نظارہ پیش کرتے ہیں۔ مری کی خوشگوار اور صحت بخش فضا مری کے علاقہ کو پورے پاکستان میں ایک بہترین مقام دیئے ہوئے ہے۔ یہی خصوصیات ہیں جو ہزاروں اندرون بیرون ملک کے لوگوں کو مری جانے کا شوق پیدا کرتی ہیں۔ مری شہر دو مقامات تک پھیلا ہوا ہے۔ جو پنڈی پوائنٹ اور کشمیر پوائنٹ کہلاتے ہیں ان کا درمیانی فاصلہ تقریباً سات کلومیٹر ہے۔ پنڈی پوائنٹ سے خصوصاً رات کے وقت اسلام آباد اور راولپنڈی کا خوب نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ اس پوائنٹ سے لارنس کالج، گھوڑا گلی، لوئر ٹوپہ، اپر ٹوپہ تک جایا جاسکتا ہے۔ ساتھ ساتھ ہمالیہ کی پہاڑیوں کو پیچھے بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کشمیر پوائنٹ صنوبر کے درختوں کے جھرمٹ میں ہے۔ گورنمنٹ ہاؤس۔ باغ شہیداں اور یہاں کے تفریحی پارک سیر کے لئے آنے والوں کو ایک روحانی سکون مہیا کرتے ہیں کوہ ہمالیہ کی برف پوش چوٹیاں اور سینٹ ڈینی سکول ایک پُرکشش نظارہ دیتے ہیں۔ مری سے تقریباً نوکلومیٹر فاصلہ پر بریوری سٹیٹ کا پوائنٹ ہے جو سیاحوں کو ایک پُرکشش نظارہ دیتا ہے۔ یہ سرسبز علاقہ آبشاروں کی وجہ سے خوب نظارہ دیتا ہے یہ سب چیزیں اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتی ہیں ایک دوسرا نہایت ہی خوبصورت اور پُرکشش مقام بھوربن ہے جو مری سے تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور سطح سمندر سے 1918 میٹر (6500 فٹ) پر ہے یہاں پر موجود ایک یوتھ ہوسٹل اور سرسبز گراؤنڈ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ دوسری جگہوں کے ساتھ ساتھ کمپنی باغ سالی کاٹی بی ہسپتال اور کلھوٹ پھر تھا گاؤں خاص جگہوں میں شامل ہیں یہ وہی جگہ ہے جو 1965ء میں شہیدوں کی یاد میں باغ شہیداں کے نام سے بنائی گئی۔

مری شہر خاص طور پر تحصیل مری، یادگاروں کے لحاظ سے معروف ہے یہاں قدرتی نظاروں کی کثرت ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ یہاں پر اقبال میونسپل لائبریری، رجب علی شاہ کا مزار، ایک ہندو مندر اور ایک گرجا گھر جو مال روڈ پر واقع ہے۔

یہ بلڈنگ جس میں اقبال میونسپل لائبریری قائم کی گئی ہے۔ یسوی مندی میں ڈاکٹر شائستہ نے بنوائی یہ بلڈنگ باغ جناح روڈ پر ہے۔

دربار حضرت رجب علی شاہ دھوبی گھاٹ کے نزدیک ہے جو ایک وادی میں ہے جب اس مزار کو پہاڑی کی چوٹی سے نیچے کی طرف دیکھتے ہیں تو بہت پُرکشش نظارہ معلوم ہوتا ہے۔

جنگلات کی دولت

مری صرف سیر وسیاحت کا مقام نہیں ہے بلکہ یہ ایک صحت افزا جگہ ہے گھنے جنگلات جو کہ اس علاقے میں 60240 ایکڑ رقبہ پر پھیلے ہوئے ہیں ایک نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہاں مٹی کے پہاڑ بہت ساری نمی اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں جو پودوں اور درختوں کی نشوونما کے لئے بہت مددگار ثابت ہوتی ہے۔ سطح سمندر سے 1524 میٹر بلند ہونے کے باوجود ان پہاڑوں پر بے پناہ دکھائی دیتا ہے۔ مری کے علاقے میں زیادہ سے زیادہ سطح سمندر سے اونچائی 2291 میٹر بلند ہے۔

مری کا موسم

مری کی معیشت میں یہاں کے موسم کا بہت زیادہ مرکزی کردار ہے یہاں کی صحت افزا آب و ہوا لوگوں کو گرمیوں میں یہاں آنے پر مجبور کرتی ہے یہاں کے قدرتی نظارے بیرون ملک کے سیاحوں کو یہاں لاتے ہیں۔ یہاں کا موسم جنگلات کی پیداوار اور نشوونما میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے جس سے یہاں کی معیشت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ یہاں موسم بہار مارچ کے وسط سے شروع ہو کر مئی کے آخر تک رہتا ہے۔ مارچ کا شروع کا ہفتہ بادلوں، بارشوں اور برفانی طوفان کے لئے خاص ہے، موسم بہار کے شروع ہونے کے ساتھ ساتھ مری کی تمام پہاڑیوں پر گاڑھے سبز رنگ کے پودے گھاس وغیرہ اُگ آتے ہیں اور ایسے محسوس ہوتا ہے کہ گہرے سبز رنگ کا قالین بچھا ہوا ہے بہار کا موسم اپنے ساتھ ایک خوبصورتی، تازگی اور پھولوں کی چمک دمک لے کر آتا ہے۔ گرمیوں کا موسم مری کے علاقے میں برائے نام ہی آتا ہے یہ مئی کے آخر سے شروع ہو کر جولائی تک رہتا ہے لیکن گرمی کی شدت ایک ماہ سے زیادہ نہیں محسوس کی جاتی۔ البتہ سہ پہر اور شام پھر بھی ٹھنڈی محسوس ہوتی ہیں۔ مری میں زیادہ سے زیادہ ہر سال سیر وسیاحت کی غرض سے لوگ آتے ہیں لوگوں کا کاروبار بڑھتا ہے اسی طرح ملازمت کے مواقع بھی زیادہ میسر ہوتے ہیں یہ موسم مقامی لوگوں کے لئے ایک خوشی اور فلاح کا پیغام لاتا ہے۔ بارشوں کا موسم تقریباً جولائی کے وسط سے شروع ہو کر اگست کے آخر تک رہتا ہے۔ بارشوں کے موسم کا اپنا ہی مزا اور رنگ ہے پہاڑیوں پر باریک سرمئی دھند کی تہہ چھا جاتی ہے۔ سفید بادل اور قوس وقزح کے نظارے یہاں آئے ہوئے لوگوں کے لئے پُرکشش حسن پیش کرتے ہیں ستمبر کا مہینہ سورج کی چمک دمک لئے آتا ہے اس ماہ میں قدرت کے نظارے اپنی مزید خصوصیات ظاہر کرنا شروع کر دیتے ہیں لیکن اس مہینہ میں یہاں آئے ہوئے سیر وسیاحت والے لوگ اپنا ساز وسامان باندھنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ وہ میدانی علاقوں میں واپس جاسکیں۔ موسم خزاں مری کے علاقہ میں ستمبر کے وسط میں شروع ہو کر موسم سرما کے شروع تک رہتا ہے اس موسم میں یہاں کے پودے اور درخت وغیرہ اپنے پتے جھاڑنا شروع کر دیتے ہیں تو مری کی رونقیں مدھم ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ موسم سرما دسمبر سے شروع ہو کر مارچ تک رہتا ہے اس موسم میں تمام رنگینی برف باری کی وجہ مدھم مدھم رہتی ہے لیکن برف باری کا اپنا ایک الگ رنگ ہے جس سے سب لطف اندوز ہوتے ہیں باہر سے آئے لوگ خصوصاً اس موسم سے بہت مزا لیتے ہیں مقامی لوگوں کے لئے برف باری کا موسم بیکاری کا باعث بنتا ہے اور یہ لوگ زیادہ تر گھروں میں بیٹھ کر وقت گزارتے ہیں۔ برف باری عموماً 25 دسمبر کو امید کی جاتی ہے اور یہ وقفے وقفے سے مارچ کے شروع تک جاری رہتی ہے۔ ان دنوں میں موسم سرما اپنے عروج پر ہوتا ہے اور تیز وتند گرجتی ہوائیں وادیوں سے گزرتی رہتی ہیں یہاں کے لوگ موسم سرما میں بیکاری کی وجہ سے میدانی علاقوں میں اپنے ذریعہ معاش کی تلاش کے لئے چلے جاتے ہیں۔

لوگ اور زبانیں

مری کے علاقہ کے لوگ بہت ملنسار۔ خوش اخلاق مسلمان مذہب سے تعلق رکھنے والے ہیں اور یہاں کوہستانی گجر اور کشمیری قبائل کے لوگ آباد ہیں۔

مری میں پنجابی، اردو، انگریزی اور مقامی زبان ہندکو بولی جاتی ہیں اور بخوبی سمجھی جاتی ہیں۔

مری کے آس پاس کی جگہیں

مری کے 30 کلومیٹر کے اردگرد چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر گلیات اور رہائشی مقامات اچھے طریقہ سے بنائے ہوئے ہیں جو بہت پُرکشش ہیں نتھیا گلی، ایبٹ آباد میں تمام جدید طرز کی رہائشی سہولتیں کھانے پینے کا ساز وسامان میسر ہے۔

بھوربن

یہ علاقہ مری سے 9 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے یہاں پر فرسٹ کلاس گولف گراؤنڈ ہے جو شائقین کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ گولف ٹورنامنٹ کے خصوصی میچ بھی یہاں ہوتے ہیں۔ یہاں پر گولف کلب، ریسٹ ہاؤس اور مشہور بھوربن پی سی اوہیں۔

پتریاٹہ

برطانیہ کے دور میں انگریزی نے مری کی پہاڑیوں میں ایک خاموش جگہ ڈھونڈ لی اس کا نام چھوٹا انگلینڈ رکھ دیا یہاں صرف درختوں کی بھرمار تھی یہاں کی سب سے اونچی جگہ پر انگریز نے

We Deal in All Foreign Currencies
You are always Welcome to:
PREMIER EXCHANGE CO.'B' PVT. LTD. State Bank Licence No.11
Chief Executive: Basharat Ahmad Sheikh
Head Office: B-1 Raheem Complex, Main Market, Gulberg II Lahore
Tell: 35757230, 35713728, 35752796, 35713421, 35750480
Fax: 35760222 E-mail: amcgul@yahoo.com

بلوط کے درخت لگوائے۔ 1987ء میں محسوس کیا گیا کہ مری میں رش زیادہ رہتا ہے اور اس کو کم کرنے کے لئے پتریاٹہ میں ایک تفریحی جگہ بنائی جائے، پتریاٹہ دریائے جہلم کے مغرب میں واقع ہے جو اسلام آباد سے 59 کلومیٹر مشرق میں واقع ہے کچھ سالوں سے خصوصاً موسم گرما میں مری میں بہت رش ہو جاتا ہے اس لئے پتریاٹہ جگہ 7287 فٹ کی بلندی پر مقامی سیر کے لئے آنے والے لوگوں کے لئے بنایا گیا تا کہ آنے والے لوگ صحیح طرح سے سیروسیاحت کا مزہ لے سکیں یہ علاقہ اپنے قدرتی نظاروں، جنگلات وادیوں کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے اور خاص طور پر یہاں ٹھنڈا اور خوشگوار موسم بہت پسند آتی ہے درجہ حرارت 26 سینٹی گریڈ کبھی نہیں ہوتا ادارہ سیر و سیاحت پاکستان مقصد ہے۔ پنجاب اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں ٹورازم کو ترقی دینا ہے۔ اس کا مقصد ایک تو ملکی معیشت کو مضبوط بنانا ہے دوسرے قدرتی نظاروں کو بیرون ملک کے سیروسیاحت کے شائقین کو متوجہ کرنا ہے۔ پتریاٹہ سیاح لوگوں کے لئے ایک نہایت پرکشش نظارہ پیش کرتا ہے جہاں پہنچ کر انسان مکمل آرام وسکون محسوس کرتا ہے یہاں ضرورت کی تمام چیزیں میسر ہیں۔ یہ مری سے 26 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ پتریاٹہ کی جگہ 1850ء میں فوج کے لئے منتخب کی گئی تھی اور 1851ء میں فوج یہاں آگئی جبکہ 1853ء میں ان کے لئے بیرک بنوائی گئی۔

پتریاٹہ کے آسمانی جھولے

پتریاٹہ میں سب سے زیادہ دل ہلا دینے والی چیز ڈبل چیئر لفٹ اور کیبل کار ہے یہ گھوڑا گلی سے پتریاٹہ تک چلتی ہے۔ یہ فاصلہ تقریباً 3.1 کلومیٹر ہے۔ اس سفر کے دوران درمیان میں پہنچ کر شوقین حضرات چیئر لفٹ سے کیبل کار میں بیٹھ جاتے ہیں۔ پہلی مرتبہ پاکستان میں اس جگہ کو متعارف کروایا گیا کیبل کار جو گنڈورا کے نام سے مشہور ہے اس مقصد کے لئے خاص طور پر تیار کی گئی تا کہ اس پر سوار ہو کر شائقین ہر طرف کا قدرتی نظارہ بخوبی کر سکیں اس لئے تمام حفاظتی اقدامات کئے گئے ہیں۔ ادارہ ٹورازم پاکستان نے یہاں ایک انفارمیشن سنٹر بھی بنایا ہوا ہے جو ضروری معلومات فراہم کرتا ہے۔ اگر پروگرام باقاعدہ ترتیب سے بنائیں تو سیروسیاحت کرنے میں خوب دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ قدرتی نظاروں سے بہتر طور پر ہر فرد لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

چھراپانی

اسلام آباد سے مری جاتے ہوئے 38 کلومیٹر کے فاصلہ پر چھراپانی کا مقام آتا ہے یہاں کی بہترین آب و ہوا اور موسمی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کا خصوصی ٹی بی ہسپتال یہاں بنایا ہوا ہے یہاں پر سینک بار وغیرہ دستیاب ہیں سفر کے دوران مسافر خوراک کھانے پینے کی اشیاء خرید سکیں۔

گھوڑا گلی

گھوڑا گلی 5 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ ادارہ ٹورازم نے یہاں سیر کے لئے آنے والے لوگوں کے لئے رہائش کا انتظام کر رکھا ہے۔ یہاں قدرتی سبزہ زار کی تصویریں ہر طرف پھیلی ہوتی ہیں یہ سب دیکھ کر ہر آدمی یہاں کچھ دیر رکنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔

مری کا فاصلہ راولپنڈی سے تقریباً 64 کلومیٹر ہے مری جانے کے لئے بسیں، ویگنیں اور ٹیکسی ہر وقت مل سکتی ہے سانپ کی طرح گھومتی ہوئی جدید طرز کی سڑک پر ڈرائیونگ کرتے ہوئے خوب لطف اندوز ہوتا ہے۔ مری پہنچ کر آگے جہاں بھی جانا ہو باسانی ٹرانسپورٹ ہر جگہ کے لئے دستیاب ہو جاتی ہیں۔

لاہور، ایک تاریخی شہر

سر ونسٹن چرچل نے لاہور کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

لاہور ایک ایسا شہر ہے جس کی اپنی نرالی روح و تہذیب ہے۔ اس کی خوبصورتی اور رنگا رنگی خاصے کی چیز ہے جو ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

لاہور شہر کی معلوم تاریخ 11 صدیوں پر محیط ہے اور اس شہر کی آبادی کے قدیم ترین آثار اندرون لوہاری دروازے اور ٹبی محلّہ (پانی والا تالاب) قرار دیئے جاتے ہیں۔ ایک مدت تک لاہور کے باہر واحد مضافاتی آبادی اچھرہ تھی۔ ابتداء میں لاہور 12 دروازوں اور تیرہویں موری (ہنگامی راستہ یا پھر چور دروازہ) پر مشتمل ایک تہذیبی شہر تھا۔

دروازوں کے نام

دروازوں کے نام بھی کسی نہ کسی حوالے سے رکھے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ لوہاری دروازہ اصل میں لہوری دروازہ تھا۔ یعنی لاہور کا مین گیٹ۔ کشمیری دروازے کا رخ کشمیر کی جانب تھا اور دلی دروازے کا رخ دلی کی طرف۔ بھاٹی دروازہ اصل میں بھٹی دروازہ تھا جو لاہور کی قدیم ترین قوم بھٹی سے منسوب تھا۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ پیر ذکی کے مزار کی نسبت سے ذکی دروازہ نام بدل کر یکی دروازہ کہلایا۔ شاہی مسجد کے حوالے سے دروازہ پہلے مسیتی دروازہ کہلایا پھر بگڑتے بگڑتے مستی دروازہ بن گیا۔ امیر خسرو نے 13ویں صدی میں لاہور اور قصور کو جڑواں شہر قرار دیا۔ زیادہ دور کی بات نہیں تقسیم سے پہلے لاہور اور امرتسر میں بھی کونسا فرق تھا؟ لاہور سے قصور، شیخوپورہ اور امرتسر ایک ہی فاصلے پر ہیں۔ لاہور کو مغل شہنشاہ اکبر نے 1584ء میں اپنا صدر مقام قرار دیا۔ اس دور میں لاہور کے شاہی قلعہ کو دوبارہ بنایا گیا اور اس کے علاوہ بہت سی تعمیرات کی گئیں۔ پورے لاہور کی بیرونی دیوار کے ساتھ ساتھ 46 فٹ گہری خندق کھود کر اس میں دریائے راوی کا پانی چھوڑ دیا گیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں لاہور شہر کو فوجی حیثیت بھی مل گئی۔ یوں یہ شہر لداخ، تبت سے لے کر جلال آباد تک کے علاقے کا صدر مقام بن گیا۔ 1849ء تک لاہور کی یہ حیثیت قائم رہی۔ 1849ء کے بعد لاہور کی عملداری میں دلی بھی آ گیا کہ اب وہ پنجاب ہی کا حصہ تھا اور 1911ء تک یعنی پورے 62 سال یہ پنجاب ہی کا حصہ رہا کہ جب تک انگریزوں نے صدر مقام کلکتہ سے بدل کر دلی نہ رکھا۔ بعد ازاں انگریزی دور میں اس خندق کی بھرائی کر کے شہر کی فصیل کے گرداگرد باغ بنا دیا گیا۔ اس کے مختلف حصے حفاظت اور دیکھ بھال کی غرض سے رؤسائے لاہور کے ذمے لگائے گئے۔

1891ء میں میاں میر چھاؤنی بن چکی تھی جسے شامل کر کے لاہور کی کل آبادی ایک لاکھ 76 ہزار 854 تھی۔ اس میں مسلمان 1 لاکھ 2 ہزار 280 اور باقی دیگر مذاہب کے لوگ تھے۔ ایک مدت تک شہر کے دروازوں کی کیفیت یہ تھی کہ بیرونی حملے کی صورت میں یہ مقفل کر دیئے جاتے تھے اور انہی دروازوں کے اوپر سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا جاتا تھا۔ زمانہ امن میں بھی ان دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات مقرر تھے۔ انگریزی دور میں دروازوں کے کھولنے اور بند کرنے کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔

بارہ دروازے

لاہور شہر کے معروف 12 دروازوں کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مشرقی سمت: 1۔اکبری دروازہ۔ 2۔دلی دروازہ۔ 3۔یکی دروازہ

مغربی سمت: 4۔ٹکسالی دروازہ۔

شمالی سمت: 5۔شیرانوالہ دروازہ۔ 6۔کشمیری دروازہ۔ 7۔مستی دروازہ۔ 8۔روشنائی دروازہ۔

جنوبی سمت: 9۔بھاٹی دروازہ۔ 10۔لوہاری دروازہ۔ 11۔شاہ عالمی دروازہ۔ 12۔موچی دروازہ (اسی سمت میں بھاٹی اور لوہاری کے درمیان تیرہویں موری ہے۔ کچھ لوگ اسے بھی دروازہ شمار کرتے ہیں)

1850ء میں انگریز اسسٹنٹ کمشنر تھارن ہل کے دور میں لاہور شہر کی صبح شام دو وقت صفائی باقاعدگی سے ہونے لگی۔ یہ صفائی صبح نماز فجر سے پہلے اور شام عصر کے بعد ہوتی تھی۔ اسی زمانے میں لاہور کو پانی کی سپلائی کا سرکاری نظام قائم ہوا۔ ہر اہم محلے اور چوک میں نلکے لگائے گئے جہاں سے کوئی بھی پانی بھر سکتا تھا۔ اس زمانے میں مفت پانی کی فراہمی لاہور شہر کی مقامی انتظامیہ کی ذمہ داری تھی۔ انگریزی عہد ہی میں لاہور شہر کے اہم مقامات پر روڑی خانے بنے ہوئے تھے جنہیں پنجابی میں گونہہ گڈا بھی کہا جاتا تھا۔ یہاں شہر کے گھروں سے اٹھائی ہوئی غلاظت اکٹھی کی جاتی تھی۔ شہر بھر سے بھنگنیں اور بھنگی تسلے بھر بھر کر غلاظت روڑی خانے میں پھینکا کرتے تھے۔ فلش سسٹم کا رواج بھی شروع نہیں ہوا تھا۔ اک زمانہ تھا جب سقوں یعنی ماشکیوں کے بغیر شہر کا بیان مکمل ہی نہیں ہوتا تھا۔ ماشکی چمڑے کی مشک میں سرکاری نلکے یا کسی کنوئیں سے پانی بھر کر گھروں تک پہنچاتے تھے۔ زندگی بھر مشک اٹھانے کے باعث وہ مستقل کبڑے ہو جاتے تھے۔ اندرون شہر کے باسی تنگ گلیوں اور گھروں میں بیٹھ کر گھریلو کام سرانجام دیا کرتے تھے۔ کچھ لوگ گلی میں ہی چارپائی بچھا کر سویا کرتے تھے جبکہ گھریلو خواتین آمنے سامنے گھر کے تھڑے پر بیٹھ کر سبزی کاٹتے، چھیلنے کے ساتھ ساتھ گپ شپ بھی لگایا کرتی تھیں۔ بچے، بڑے اور بوڑھے فارغ اوقات میں انہی تھڑوں کو کام میں لاتے تھے۔ گلیوں کو روشن رکھنے کے لئے لوہے کے بڑے بڑے کھمبے نصب تھے، جن کے اوپر جالی لگی ہوتی تھی جسے میونسپلٹی والے شام کو مٹی کے تیل کی مدد سے روشن کر دیتے تھے۔

(مجلّہ عوامی جمہوری فورم سے اقتباس)

النور سٹون سپلائرز محمدی مارکیٹ سرگودھا روڈ چنیوٹ

(کاروبار کی ترقی کیلئے)

طالب دعا: افتخار احمد: 0345-5852693

وسیم احمد: 0342-6938028

اسرار احمد عامر (اڈمینیجر): 0346-7174199

Woodsy... Furniture® Chiniot

فرنیچر جو آپ کے مکان کو گھر بنادے

Malik Center.Faisal Abad Road.
Tehseel Choak Chiniot. 92-47-6334620
Mobile:0300-7705233-300-7719510

اعلیٰ کوالٹی ہمارا معیار | لذیذ مٹھائیوں کا مرکز

صبح کا ناشتہ حلوہ پوری بھی دستیاب ہے

شادی بیاہ اور تقریبات کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں

محمود سویٹ شاپ اقصیٰ روڈ ربوہ

طالب دعا: ریاض احمد۔ اعجاز احمد

فون شوروم: 047-6215523-0333-6704524

روغن زعفرانی مہرے، مرچ، موڈھے، گٹے، گوڈے کی دردسے فوری نجات

حکیم منور احمد عزیز چک چٹھ حافظ آباد والے دارالفتوح شرقی ربوہ

فون 0476214029 موبائل: 03346201283

نیا سال ہم سب کو مبارک ہو ہمارے واسطے یہ سال رحمت ہو بشارت ہو

الرفیع بینکوئیٹ ہال

فل ایئر کنڈیشنڈ • فیکٹری ایریا حلقہ سلام ربوہ • تمام سہولیات کے ساتھ

Hall: 047-6216041
Aleem uddin
0300-7713128

ربوہ کا پہلا شادی ہال جس میں مردوں اور خواتین کیلئے علیحدہ ہال

داؤد آٹوز DASCO BEST QUALITY PARTS

ڈیلر: سوزوکی، پک اپ وین، آلٹو، F.X، جیپ کلٹس خیبر، جاپان، جینئن جاپان چائنہ اینڈ لوکل سپیئر پارٹس

طالب دعا • داؤد احمد، محمد عباس احمد • محمود احمد، ناصر الیاس

بادامی باغ لاہور 13-KA آٹو سنٹر

فون شوروم: 042-37700448
042-37725205

Mob:0300-8469946-0302-8469946
TeL:042-7668500-7635082

EXPRESS کوریئر سروس

کی جانب سے U.K جرمنی۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ امریکہ اور دیگر ممالک میں چھوٹے بڑے پارسل بھجوانے پر

شاندار سروس اور خصوصی پیکج

72 گھنٹے سروس کی بھی سہولت

سامان گھر سے پک کرنے کی سہولت

اعلیٰ سروس ہماری پہچان

نوٹ: فیصل آباد+ سرگودھا+ اسلام آباد اور کراچی سے بکنگ جاری ہے۔

فون آفس: 047-6214955,56

شیخ زاہد محمود: 0321-7915213

نزد سپر گر اقصیٰ روڈ بشارت مارکیٹ بالمقابل سیشن کورٹ ربوہ

» Auto Electric Service
» Car Air Conditioning
» Fitting » Service
» Reappearing
» Battery Sale & Service

27/1 Link Jail Road Lahoore, Ph: 042-37574148, 37583314

مکرم ڈاکٹر محمود احمد عاطف صاحب

عزم نو اور حقیقی جشن آزادی

ہمارا یہ پیارا وطن جو ایک جانب سرسبز وادیوں برف پوش چوٹیوں اور دوسری جانب ریگستانوں اور تاحد نگاہ پھیلے ہوئے ساحلوں پر مشتمل ہے اسے ہم نے قائداعظم کی قیادت میں ان گنت قربانیوں سے حاصل کیا۔ اس قائد کی قیادت میں کہ جس نے ہمیں کام کام اور صرف کام کا منشور دیا۔

آج اس ارض پاک کو قائم ہوئے 64 سال ہونے کو ہیں۔ اگست کا یعنی آزادی کا مہینہ آچکا ہے اور پوری قوم سبز ہلالی پرچموں تلے جشن آزادی کے سحر میں گرفتار ہے.........! آج اس گہما گہمی میں اگر ہم چند لمحوں کے لئے رک کر یہ سوچیں کہ کیا ہم نے واقعی آزادی یعنی حقیقی آزادی جس کی وسعت فکر اور سوچ کی آزادی سے لے کر مادی آزادی تک ہے حاصل کر لی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری سوچ اور فکر پر اغیار کے دکھائے ہوئے خوابوں کے رنگ بکھرے ہیں اور مادی آزادی کے بارے میں اتنا ہی کہنا کافی ہے۔

وہ کشتی ہی کیا جو کسی کے سہارے
چلے تو چلے بس کنارے کنارے

ہماری سوچ اجتماعی کی بجائے انفرادی ہوتی جا رہی ہے اور ہمارا مطمح نظر صرف آج کے طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک سکڑ کر رہ گیا ہے۔ ہم جو نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر کا مقصد اور جذبہ لے کر اٹھے تھے صرف بلند بانگ دعوؤں کے بھنور میں کھو کر رہ گئے اور آج صورت حال کچھ اس طرح سے ہے۔

تسخیرِ کائنات کے چرچے تو ہیں بہت
ہر شعبۂ حیات میں لیکن کمی سی ہے

لیکن یہ وقت ان باتوں سے پریشان ہو کر مایوس ہونے کا نہیں ہے بلکہ ایک عزم نو باندھنے کا ہے۔ ایک ایسا عزم کہ جس میں فولاد کی مضبوطی۔ چیونٹی کی استقامت اور ایک مومن کی فراست ہو۔ اگر ہم یہ عزم کریں کہ چاہے کتنا ہی اندھیرا ہو تاریکی ہو۔ حالات چاہے کتنے ہی کٹھن ہوں ہم اپنے حصے کی شمع ضرور جلائیں گے۔

کیونکہ شمع جب جلتی ہے تو تاریکی چاہے کتنی بھی گہری ہو ضرور شکست کھاتی ہے اپنے حصہ کی شمع جلانے سے مراد یہ ہے کہ ہر فرد جو ملت کے مقدر کا ستارہ ہے۔ وہ جس مقام پر بھی ہے جس بھی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتا ہے یہ عزم کر لے یہ عہد کر لے کہ وہ اپنا کام اپنا فریضہ ایمانداری سے احسن طریق پر سرانجام دے گا اور قائد کے فرمان ایمان اتحاد اور تنظیم کو مشعل راہ بنائے گا۔

اگر ہم اس عزم کو استقامت کے ساتھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہی ہے آزادی اور یہی ہے حقیقی جشن آزادی اور یہی ہے وہ دور کہ جس کا خواب شاعر نے ایسے بیان کیا ہے۔

خدا کرے کہ مری ارضِ پاک پر اُترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو

پاکستان زندہ باد

اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ

اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ
تو پھر کس چیز کی ہم میں کمی ہے
جہاں سے پھول ٹوٹا تھا وہیں سے
کلی سی اک نمایاں ہو رہی ہے
جہاں بجلی گری تھی اب وہی شاخ
نئے پتے پہن کر تن گئی ہے
خزاں سے رک سکا کب موسم گل
یہی اصل اصول زندگی ہے
اگر ہے جذبہ تعمیر زندہ
تو پھر کس چیز کی ہم میں کمی ہے
کھنڈر سے کل جہاں بکھرے پڑے تھے
وہیں سے آج ایواں اٹھ رہے ہیں
جہاں کل زندگی مبہوت سی تھی
وہیں پر آج نغمے گونجتے ہیں
یہ سناٹے سے لے کی جانب ہجرت
یہی اصل اصول زندگی ہے
اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ
تو پھر کس چیز کی ہم میں کمی ہے
نہیں یخ بستگی کا خوف جب تک
شعاعیں برف پر لرزاں رہیں گی
اندھیرے جم نہ پائیں گے کہ جب تک
چراغوں کی لویں رقصاں رہیں گی
بشر کی اپنی ہی تقدیر سے جنگ
یہی اصل اصول زندگی ہے
اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ
تو پھر کس چیز کی ہم میں کمی ہے

احمد ندیم قاسمی

وادیٔ کاغان کے تفریحی مقامات کے فاصلے

اسلام آباد سے بالاکوٹ	194 کلومیٹر
بالاکوٹ سے شوگراں	32 کلومیٹر
بالاکوٹ سے مہانڈری	45 کلومیٹر
بالاکوٹ سے کاغان	63 کلومیٹر
بالاکوٹ سے ناران	86 کلومیٹر
بالاکوٹ سے درہ بابوسر	159 کلومیٹر
ناران سے جھیل سیف الملوک	8 کلومیٹر
ناران سے لالہ زار	18 کلومیٹر
ناران سے جھیل داؤدی پت سر	60 کلومیٹر
ناران سے جھیل لولو پت سر	52 کلومیٹر
ناران سے درہ بابوسر	73 کلومیٹر

سطح سمندر سے بلندی

وادیٔ کاغان کی بلند چوٹیاں

ملکہ پربت	17390 فٹ
موسیٰ کا مصلیٰ	13400 فٹ

وادیٔ کاغان کی جھیلیں

جھیل سیف الملوک	10500 فٹ
جھیل لولو پت سر	11200 فٹ
جھیل داؤدی پت سر	11500 فٹ
آنسو جھیل	13000 فٹ

وادیٔ کاغان کے علاقے

بالاکوٹ	3226 فٹ
شوگران	7750 فٹ
سری	8500 فٹ
پائے	9500 فٹ
مہانڈری	5000 فٹ
درہ منور گلی	12200 فٹ
کاغان	7500 فٹ
ناران	8200 فٹ
بٹہ کنڈی	8800 فٹ
لالہ زار	10590 فٹ
درہ بابوسر	13684 فٹ

سندھ کی قدیم تاریخ

جب آریہ لوگ ہزاروں برس پہلے اس سرزمین پر پہنچے تو انہوں نے اس وادی کا نام سندھ رکھا۔ اصل میں ان کی زبان میں سندھو دریا کو کہا جاتا ہے۔ یہاں بہتے ہوئے عظیم سندھو کے حوالے سے ہی انہوں نے اس وادی کو سندھ کا نام دیا۔ آج بھی موجودہ پاکستان کی دھرتی پر پھیلی ہوئی قدیم تہذیب جیسے مہر گڑھ (بلوچستان)، موہنجوداڑو (سندھ) اور ہڑپہ (پنجاب) وغیرہ کو وادی سندھ کی تہذیب ہی کہا جاتا ہے۔

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بعدازاں سندھ کو ایرانیوں نے ہند کہا یونانیوں نے اند کہا اور رومن سے ہوتا ہوا لفظ سندھ انگریزی زبان میں اندیا سے انڈیا ہو گیا۔ بہرحال تاریخ دانوں نے قدیم ہندوستان کے اس علاقے کو وادی سندھ لکھا جبکہ باقی ماندہ کو ہند یا ہندوستان کہا۔ دنیا کی اب تک کی تحقیق کے مطابق یہ چار تہذیبیں قدیم ترین ہیں۔ مصر کی تہذیب، نینوا کی تہذیب، چین کی تہذیب اور وادی سندھ کی تہذیب۔

وادی سندھ کی تہذیب سندھ کی جغرافیائی حدود سے باہر کافی دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ سندھ میں اس تہذیب کے قدیم ترین آثار ان جگہوں سے ملے ہیں۔ موہنجوداڑو جو لاڑکانہ کے نزدیک ہے، آمری سن، کوٹ ڈیجی جو خیر پور کے نزدیک ہے، کاہو جو داڑو جو میر پور خاص کے قریب ہے، سون چڑی، جھکر، مانگ تارو اور گاڑھو بھڑو۔ یہ سب سندھ کے قدیم ترین شہر تھے جن کا عروج پانچ ہزار برس قبل مسیح سے دو ہزار برس قبل مسیح تک رہا۔ ان میں سے موہنجوداڑو نے دنیا کو متحیر کیا۔ وادی سندھ کی قدیم تہذیب پر ابھی تحقیق ہو رہی ہے۔ مگر اب تک کی معلومات کے مطابق یہ تہذیب ہزاروں برس کے لمبے عہد پر محیط ہے۔ سندھ میں اس تہذیب کے جو آثار ملے ہیں ان کو تاریخی ادوار کے حساب سے مختلف حصوں میں بانٹ کر دیکھا جاتا ہے۔ یہ تقسیم صرف وقت کی ہے جبکہ مجموعی طور پر یہ سارے عہد ایک ہی تہذیب، یعنی وادی سندھ کی تہذیب، کی ارتقائی منزلیں ہیں۔ قدیم مہر گڑھ کی تہذیب (6500ق م) کے لوگ دریائے بولان کے ساتھ ساتھ آباد ہوئے جو اس وقت بہتا ہوا منچھر جھیل میں آتا تھا اور پھر وہاں سے نکل کر دریائے سندھ میں جا گرتا تھا۔ سندھ کے دونوں کناروں پر وہ تہذیب پروان چڑھنا شروع ہوئی جو آمری تہذیب کہلائی۔ اس تہذیب کے آثار نہ صرف سندھ کے دونوں کناروں پر ملے بلکہ پنجاب کے پانچوں دریاؤں کے کناروں پر بھی ملے ہیں۔ یہ تہذیب اپنے پھیلاؤ کے اعتبار سے موہنجوداڑو (سندھ) اور ہڑپہ (پنجاب) سے وسعت میں کافی کم تھی۔

کوٹ ڈیجی تہذیب

یہ تہذیب آمری تہذیب کے چار پانچ سو برس بعد اس کی ہی ارتقائی شکل کے طور پر ظہور پذیر ہوئی اور پھر موہنجوداڑو تہذیب میں مدغم ہو گئی۔

موہنجوداڑو تہذیب

مہر گڑھ میں جو تہذیب پروان چڑھی اس کو عروج موہنجوداڑو اور ہڑپہ تہذیب کی شکل میں حاصل ہوا۔ یہ مصر اور میسوپوٹیمیا کی تہذیبوں کی ہم عصر تھی مگر وسعت میں ان تہذیبوں سے دس گنا سے بھی زیادہ بڑی تھی۔ اس تہذیب کا پھیلاؤ افغانستان، ایرانی مکران، گجرات کاٹھیاواڑ اور دہلی کے نزدیک عالمگیر پور تک تھا۔ اس تہذیب کے بڑے شہر یہ تھے۔ لوتھل (کاٹھیاواڑ) موہنجوداڑو (سندھ)، ہڑپہ (پنجاب) اور کالی بنگاں (بیکانیر، راجستھان) یہ تمام شہر اپنے نقشے، طرز تعمیر اور اینٹوں کے سائز کے حساب سے ایک جیسے ہیں۔ ان سے ملنے والے وزن اور ناپ کے پیمانے بھی ایک طرح کے ہیں۔ یہ تہذیب زرعی پیداوار کی مرہون منت تھی جس کی بنا پر یہ شہر بسائے گئے۔ اس کے علاوہ درختوں کی پیداوار اتنی زیادہ تھی کہ پکی ہوئی اینٹوں کی یہ تہذیب پروان چڑھی۔ اس کے بعد کے ادوار کی تہذیبوں میں جھکر تہذیب کا نام آتا ہے جس کا زمانہ 1750 ق م سے 1300 ق م طے کیا گیا ہے اور جان گڑھ کے آثار جن کی عمر 1300 ق م سے 950 ق م طے کی گئی ہے۔ دنیا کی قدیم کتاب ''رگ وید'' دریائے سندھ کے کناروں پر لکھی گئی۔ اس میں سات دریاؤں کا ذکر بھی ملتا ہے جن کے آجکل نام یہ ہیں ستلج، بیاس، راوی، جہلم، چناب، کابل اور سندھ۔ دوسری کتاب ''رامائن'' ہے جس میں پانڈوؤں اور کوروؤں کے یدھ کا احوال ملتا ہے۔ سندھ کے راجہ جندراتھ کا ذکر بھی تفصیل سے ہے۔ پارسیوں کی مقدس کتاب ''زنداوستا'' میں مہران ندی کا ذکر ملتا ہے جو دراصل سندھو ہے۔

سندھ جغرافیائی طور پر بحیرہ عرب کے مشرق میں واقع ہے اور مغرب میں بھی اس کے ساتھ کئی بندرگاہیں بناتا ہے۔ ان میں سب سے بڑی بندرگاہ کراچی کی ہے جو آبادی اور رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا شہر بھی ہے۔ اس کے علاوہ کیٹی بندر ہے جہاں سے مال آتا اور جاتا ہے۔

دریائے سندھ اس سرزمین کا واحد دریا ہے اور اس کے قرب و جوار میں ہی قدیم تہذیب پروان چڑھی ہے۔ یہ دریا تبت کے پہاڑوں سے نکل کر تقریباً 1100 میل تک کشمیر، صوبہ سرحد اور پنجاب سے گزرتا ہوا مٹھن کوٹ کے مقام پر پنجاب کے باقی پانچ دریاؤں کو اپنے اندر سموتا ہوا کشمور کے مقام پر سندھ میں داخل ہوتا ہے اور پھر جنوب مغرب کی طرف 700 میل بہہ کر کیٹی بندر کے نزدیک ڈیلٹا بناتا ہوا بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے۔ یہ سمندر کے گیارہ دہانے بناتا ہے جن میں سے کچھ جہاز رانی کے قابل ہیں۔ قدیم زمانے میں دریائے سندھ کے ذریعے تجارت کی جاتی تھی اور یہ دریا ہی اس علاقے کو سمندر سے ملاتا تھا۔

(کتاب ''پاکستان، صوبوں کا تاریخی خاکہ'' سے اقتباس)

مکرم رزاق محمود طاہر صاحب

سوات جنت نظیر وادیوں کا خوبصورت خطہ

قدیم ادوار کی مختلف کتب میں وادیٔ سوات کو درج ذیل ناموں سے یاد کیا جاتا رہا:۔

سواتی۔ سواستش۔ سواتو۔ یوچانگ۔ مانگ چلی۔ ادھیانہ۔ سواد اور پھر سوات موجودہ زمانہ کا مستقل نام بن گیا۔

وادیٔ سوات کی مختصر تاریخی جھلک یوں ہے۔

☆ بدھ مت کی آمد 526 قبل مسیح ہوئی۔

☆ سکندر اعظم کی آمد 326 قبل مسیح ہوئی۔

☆ اساکینی قوم کی آمد 333 قبل مسیح ہوئی۔

چینی مشہور سیاح 500,400 قبل مسیح سوات آیا جس کا نام فاھیان ہیونگ سانگ تھا۔ محمود غزنوی 1101ء سوات میں وارد ہوا۔ یوسف زئی قبیلہ 1515ء سوات میں آکر آباد ہوا۔ شہنشاہ بابر نے 1519ء عیسوی میں یہاں قدم رکھا اور بی بی مبارکہ سے شادی کی۔ 1827ء میں حضرت سید احمد شہید تشریف لائے اور آپ کا دور شروع ہوا۔

1845ء میں سیدو بابا کی آمد ہوئی اور 1917ء میں میاں گل عبدالودود کی دستار بندی ہوئی۔ 1926ء میں حکومت برطانیہ نے ریاست تسلیم کیا۔ 1949ء میں میاں گل عبدالحق والیٔ سوات تخت نشین ہوا۔ 1962ء میں برطانیہ کی ملکہ الزبتھ سوات میں آئیں۔ 1969ء میں وادیٔ سوات کا پاکستان میں ادغام ہوا۔

وادی سوات میں درج ذیل قومیں اور تہذیبیں آکر آباد ہوئیں اور اپنے اپنے تہذیب و تمدن کے نقوش چھوڑے۔

کلدانی۔ عبرانی۔ اشوریہ۔ کول۔ دراوڑیا۔ آریہ۔ ایرانی۔ یونانی۔ چینی۔ عرب۔ منگول۔ مغل۔ درانی اور آخر میں موجودہ قبیلہ یوسف زئی افغانستان سے یہاں آکر آباد ہوا۔

رقبہ کے لحاظ سے وادی سوات چار ہزار مربع میل پر محیط ہے۔ اسلام آباد سے مینگورہ 257 کلومیٹر اور پشاور سے مینگورہ 170 کلومیٹر ہے۔

وادی سوات کا مشہور وائٹ پیلس مرغزار کے پہاڑوں کے اوپر 1901ء میں بنایا گیا تھا۔ برطانیہ کی ملکہ الزبتھ بھی اسی پیلس میں ٹھہری تھیں۔ اب یہ بلڈنگ وائٹ پیلس ہوٹل میں تبدیل کر دی گئی ہے۔ مردان سے آگے مٹلتان گلیشئر تک درج ذیل چیدہ چیدہ بستیاں اور سٹاپ ہیں۔ مالاکنڈ۔ بٹ خیلہ۔ بریکوٹ۔ بٹگرام۔ مینگورہ۔ چارباغ۔ خوازہ خیلہ۔ شین۔ فرحت آباد۔ فتح پور۔ بدین۔ بحرین۔ کالام اور مٹلتان گلیشئر۔ دریائے کنہار کے ساتھ ساتھ بالاکوٹ جہاں حضرت سید احمد شہید کا مزار مبارک ہے۔ بالاکوٹ سے 24 کلومیٹر آگے، کیوائی آتا ہے نیز یہاں سے 2300 میٹر کی بلندی پر شوگران مشہور و معروف بستی موجود ہے۔ بالاکوٹ کے قریب ہی ایک خوشگوار مقام ڈاڈر میں کچھ بلندی پر تپ دق سینی ٹوریم ہے اور آگے جائیں تو 4200 میٹر کی بلندی پر موسیٰ کا مصلیٰ ہے۔ ہائیکنگ کے شوقین اس تک پہنچنے کی خواہش کرتے ہیں۔ شوگران سے 6 کلومیٹر کے فاصلہ پر مہانڈری اور پھر پارس کا علاقہ آتا ہے اور یہ سارا علاقہ ناران کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس علاقے کی مزیدار ٹراؤٹ مچھلی بہت مشہور ہے۔ ناران سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر جھیل سیف الملوک موجود ہے جس کو دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ آتے ہیں۔

ناران سے 18,17 کلومیٹر کی دوری پر ایک بلند مقام لالہ زار ہے جس کے جنگلوں میں شیکوان، صنوبر اور چیڑ کے درختوں نیز کانسی، جامنی اور ارغوانی پھولوں کی بہتات ہے۔ دریائے کنہار کے کنارے ایک اور چھوٹا سا گاؤں جرید مشہور ہے جہاں اون کاتنے کی مل ہے جرید کے پہاڑوں پر سرخ پھولوں والے ہزاروں درخت دور سے ہی دیکھنے والوں کے دل موہ لیتے ہیں۔

میرا وطن پاکستان بہت پیارا اور بہت خوبصورت ہے۔ یہ میرا ملک ہے! اے اللہ میرے ملک پاکستان اور میرے ملک کے ان خوبصورت علاقوں کی حفاظت فرما۔ آمین

● شیر خوار بچوں کی پیچیدگیاں ● خواتین اور بچیوں کے مخصوص مسائل ● مردوں کا مرکز علاج

الحمید ہومیو کلینک اینڈ سٹورز

ہومیو فزیشن ڈاکٹر عبدالحمید صابر (ایم۔اے)

عمر مارکیٹ نزد اقصیٰ چوک ربوہ (گلی عمر کلریب)

فون: 0344-7801578

تحقیق و تجربہ اور کامیابی کے 53 سال

ڈیڑھ صد سے زائد مفید اور مؤثر دوائیں

مرض اٹھراء، اولاد نرینہ، امراض معدہ و جگر، نوجوانوں اور شادی شدہ جوڑوں کے امراض۔ بفضلہ تعالیٰ لاکھوں مریض شفاء پاچکے ہیں۔

اطباء و سٹاکسٹ فہرست ادویہ طلب کریں

حکیم شیخ بشیر احمد

ایم اے۔ فاضل طب والجراحت

مطب خورشید یونانی دواخانہ گولبازار ربوہ۔

فون: 047-6211538 فیکس: 047-6212382

ای میل: khurshiddawakhana@gmail.com

نگینہ برتن سٹور

المعروف چوہدری سراج دین اینڈ سنز

طالب دعا: چوہدری مبارک احمد

چوک جتوتھاں۔ چنیوٹ فون: 047-6332870 0300-7714390

چپ بورڈ، پلائی ووڈ، وینر بورڈ، لیمینیشن بورڈ، فلش ڈور، مولڈنگ کیلئے تشریف لائیں۔

فیصل پلائی ووڈ اینڈ ہارڈ ویئر سٹور

145 فیروز پور روڈ جامعہ اشرفیہ لاہور

فون: 042-37563101 طالب دعا: فیصل خلیل خاں

موبائل: 0300-4201198 قیصر خلیل خاں

دلہن جیولرز

طالب دعا: قدیر احمد، حفیظ احمد

Tel: 042-36684032
Mobile: 0300-4742974
Mobile: 0300-9491442

Gold Place Plaza, Shop # 1, Defense Chowk, Main Boulevard Defense Society Lahore Cantt

---

عبداللہ موبائلز اینڈ الیکٹرونکس سنٹر

موبائل، فریج، جنریٹر، واشنگ مشین، اینڈ ڈرائیر TV چائنہ، DVD فوٹوسٹیٹ کی سہولت موجود ہے

طالب دعا: چوہدری محمد نواز وڑائچ: 0345-6336570

1924ء سے خدمت میں مصروف

راجپوت سائیکل ورکس

ہر قسم کی سائیکل، ان کے حصے، بے بی کار، پرامز سونگز و اکرز وغیرہ دستیاب ہیں۔

پروپرائٹرز: نصیر احمد راجپوت۔ منیر احمد اظہر راجپوت

محبوب عالم اینڈ سنز

24۔ نیلا گنبد لاہور فون نمبر: 042-37237516

اشفاق سائیکل سٹور

کالج روڈ ربوہ

نئی برانچ: نزد جلسہ گاہ ساہیوال روڈ

ہر قسم کے سائیکل: سہراب، ایگل، پیکو، چائنہ، شہباز (مونٹین بائیک شاک ڈسک، بریک، ایلومینیم رم) پرائم، واکر، بے بی سائیکل اور سپیئر پارٹس کا بااعتماد مرکز

ربوہ کا سب سے سستا سائیکل سٹور

طالب دعا: شیخ اشفاق احمد۔ شیخ نوید احمد۔ شیخ آفاق احمد

دکان 047-6213652

موبائل 0333-6704046 0333-6705040

عوامی بلڈنگ میٹریل سٹور

ہمارے ہاں گاڈر، ٹی آر، سریا، سیمنٹ اور بلڈنگ میٹریل کی تمام اشیاء موجود ہیں

لنک ساہیوال روڈ دارالبرکات ربوہ

پروپرائیٹر: بشارت احمد

فون: 047-6212983 موبائل 0300-4313469

احمدیوں کی اپنی کوریئر سروس

گولڈ کراس کی جانب سے خوشخبری

تمام ممالک میں بھی چھوٹے بڑے پارسل بھجوانے کے لئے ریٹ میں نمایاں کمی دوسرے شہروں سے بھی پارسل پک کرنے کی سہولت کیلئے پہلے فون پر رابطہ کریں۔

سب سے کم ریٹ اور آپ کا اعتماد

آج ہی رابطہ کریں۔ اسد رضوان: 047-6215901

ریلوے روڈ ربوہ 0315-7250557 0315-6215901

نیشنل الیکٹرونکس

ایک جانے پہچانے ادارے کا نام جو 1980ء سے آپ کی خدمت کر رہا ہے۔

آپ نے A/C سپلٹ لینا ہو، ریفریجریٹر لینا ہو، کلر T.V لینا ہو، DVD، VCD لینی ہو، واشنگ مشین کوکنگ رینج، گیزر لینے ہوں تو ایک ہی نام جس کو آپ یاد رکھیں **نیشنل الیکٹرونکس**

1۔ لنک میکلوڈ روڈ پٹیالہ گراؤنڈ جودھامل بلڈنگ لاہور

042-37223228 37357309 0301-4020572

طالب دعا: منصور احمد شیخ

البشیرز معروف قابل اعتماد نام

نئی و روائتی نئی جدت کے ساتھ زیورات و ملبوسات اب پتوکی کے ساتھ ساتھ ربوہ میں بااعتماد خدمت

پروپرائٹرز: ایم بشیر الحق اینڈ سنز، شوروم ربوہ 0300-4146148

فون شوروم پتوکی 049-4423173 047-6214510

تمام پاکستانیوں کو جشن آزادی مبارک ہو

علی تکہ شاپ اینڈ ریسٹورنٹ

کالج روڈ ربوہ

047-6212941
047-6212041
Cell:0331-7724039

ڈیلرز: L.G، لومینر، سونی ٹی وی و فریج، کینڈی ڈیپ فریزر، ہائی سپر واشنگ مشین نیز گیس کوکنگ رینج، گیزر، ٹی وی ٹرالی الیکٹرونکس کی تمام مصنوعات سستی خریدنے کیلئے تشریف لائیں

بالمقابل رحیم ہسپتال گوجرخان

طالب دعا: خواجہ احسان اللہ

فون آفس: 051-3510086-3510140 رہائش: 051-3512003

بلال فری ہومیو پیتھک ڈسپنسری

بانی: محمد اشرف بلال

اوقات کار: موسم گرما صبح 9 بجے تا 5 بجے شام

وقفہ: 1 بجے تا 2 بجے دوپہر

ناغہ بروز اتوار

86۔ علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

ڈسپنسری کے متعلق تجاویز و شکایات درج ذیل ای ایڈریس پر بھیجیے

E-mail:bilal@cpp.uk.net

Deals in HRC,CRC,EG,P&O,Sheets &Coil

JK STEEL

6-D Madina Steel Sheet Market Landa Bazar, Lahore

PH:0092-42-37656300-37642369-37381738 Fax:37659996

Talb-E-Duaa: Kamal Nasir, Jamal Nasir

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

سونے اور چاندی کے نت نئے ڈیزائن

047-6211883
0321-7709883

میاں منور احمد قمر

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

فضل عمر ایگریکلچر فارم

زرعی مشورہ جات کے لئے رابطہ کریں

صابن دستی تحصیل ماتلی ضلع بدین

چوہدری عتیق احمد

0223004981
0300-3303570

KOHINOOR STEEL TRADERS

166 LOHA MARKET LAHORE

Importers and Dealers Pakistan Steel

Deals in cold Rolled,Hot Rolled, Galvanized Sheets & Coils

Talib-e-Dua,Mian Mubarik Al

Tel:37630055-37650490-91 Fax:3763008

Email : mianamjadiqbal@hotmail.com

Shezan
Shezan
Tomato
Ketchup
Shezan
Tomato
Ketchup
ٹماٹو کیچپ
1kg